ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

۹ شوال ۱۴۳۲ھ —— ستمبر ۲۰۱۱ء

- احرار کا قافلۂ تحفّظ ختم نبوت
- علامہ علی شیر حیدری شہید رحمتہ اللہ علیہ
- جناب وزیر اعظم! ریکارڈ درست کیجیے
- قادیانی کے لیے دعائے مغفرت؟
- قادیانی مغالطے!

بیاد مجددِ بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی وفکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے ★ اس سال درجہ متوسطہ سے درجہ سادسہ تک داخلے ہوئے ★ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا ★ انگلش، عربی لینگویج کے لیے خصوصی کلاسز ★ میٹرک کا امتحان درجہ اولیٰ کے ساتھ ★ صرف ونحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء ★ قیام وطعام، وظیفہ اور علاج کی سہولت ★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر وتحریر کی تربیت ★ لائبریری ★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ وناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

• دارالقرآن • دارالحدیث • دارالمطالعہ اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔ لاگت فی کمرہ تین لاکھ روپے ہے۔ صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد وسامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔ نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ وعشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر — مہتمم: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مدرسہ معمورہ ملتان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جلد 22 شمارہ 9 شوال 1432ھ — ستمبر 2011ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بیاد: سید الاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت پیرجی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک —— 200/- روپے
بیرون ملک —— 1500/- روپے
فی شمارہ —— 20/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 100-5278-1
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل چوک مہربان ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

تشکیل

دل کی بات:	کراچی میں خون کی ہولی	مدیر	2
افکار:	احرار کا قافلہ تحفظ ختم نبوت..... اور آپ کی ذمہ داری	سید محمد کفیل بخاری	3
افکار:	جنابِ وزیر اعظم ! ریکارڈ درست کیجیے	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	7
//	قادیانی کے لیے دعائے مغفرت !	شاہد حمید	11
//	”ریمنڈ ملک“	انصار عباسی	14
شاعری	یوم آزادی (تجدید عہد کا دن)	میجر سعید اختر	16
//	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	17
دین و دانش:	میرا مذہب: حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	18
//	آیت ”تمکین“ اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ	پروفیسر قاضی طاہر الہاشمی	21
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط چہارم)	پروفیسر خالد شبیر احمد	31
شخصیت:	علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ	سید محمد کفیل بخاری	38
مطالعۂ قادیانیت:	قادیانیوں کے مغالطے	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	41
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	جاوید اختر بھٹی / سید عطاء المنان بخاری	55
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	58
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	60

www.ahrar.org.pk
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: آشکیل نور پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　　　　　　　　　مدیر

کراچی میں خون کی ہولی

گزشتہ دو ماہ سے کراچی میں بے گناہ انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے۔ روزانہ پچاس سے ستر افراد قتل ہو رہے ہیں۔ گزشتہ چند ماہ سے تقریباً ایک ہزار بے گناہ انسان قتل ہو چکے ہیں۔ گلی محلوں، بازاروں، شاہراہوں اور گھروں میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ بات گولیوں سے آگے نکل کر راکٹوں اور دستی بموں کے آزادانہ استعمال تک آ پہنچی ہے۔ عام شہریوں سے لے کر پولیس کمانڈوز تک سب پر حملے ہو رہے ہیں۔ گھروں کے اندر گھس کر بے گناہوں کو قتل کیا جا رہا ہے۔ لاشیں بوریوں میں بند کر کے سڑکوں پر پھینکی جا رہی ہیں۔ یہ دہشت گردی کون کر رہا ہے؟ اسلحہ کہاں سے آ رہا ہے؟ اس ظلم کی روک تھام کون اور کب کرے گا؟

وزیر داخلہ نے فرمایا: ''اسلحہ اسرائیل سے آ رہا ہے۔''

اے این پی کے صوبائی صدر شاہی سید نے فرمایا: ''حالات کی خرابی میں ''را'' کا ہاتھ ہے۔''

سوال یہ ہے کہ اسرائیل کا اسلحہ، پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم کی حکومت کے زیر سایہ کیسے کراچی پہنچا اور دہشت گردوں کے ہاتھ لگا۔ ہماری حکومتی ایجنسیاں کہاں ہیں اور کیا کر رہی ہیں کہ اُن کے ہوتے ہوئے ''را'' کامیاب ہوگئی ہے۔ حکمرانوں کی نااہلی کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ بے گناہ شہری قتل ہو رہے ہیں، شہر میں خوف و ہراس ہے۔ ہر شخص عدم تحفظ کا شکار ہے۔ اور حکمران اقتدار بچانے اور سیاسی اللّوں تللّوں میں مصروف ہیں۔ ملک مکمل طور پر امریکی غلامی میں دے دیا گیا ہے۔ امریکی ''ڈومور'' کی تان اب یہاں آ کر ٹوٹی ہے کہ کوئٹہ اور ملتان میں امریکی قونصلیٹ کے قیام کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ حکمران خوفِ خدا کریں، قوم کے مینڈیٹ کی شرم کریں اور قیامِ امن کے لیے سنجیدہ کوششیں کریں۔ امن چاہتے ہیں تو سلامتی کا دین ''اسلام'' ملک میں نافذ کر دیں۔ امن ہو جائے گا۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے بقول:

''مخلوق میں جب تک خالق کا نظام نہیں چلایا جائے گا، دنیا میں امن نہ ہوگا۔''

☆☆☆

احرار کا قافلۂ تحفظ ختم نبوت......اور آپ کی ذمہ داری

سید محمد کفیل بخاری

عقیدۂ ختم نبوت' اسلام کی روح، ایمان کی جان اور وحدتِ امت کی اساس ہے۔ امتِ مسلمہ کی بقاء واستحکام اسی عقیدہ میں مضمر ہے۔ یہود ونصاریٰ نے تکمیل دین کے اعلان کے بعد پہلی ضرب عقیدۂ ختم نبوت پر لگائی تا کہ امتِ مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جائے۔ نبی ختمی مرتبت سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں فتنہ ارتداد نے سر اٹھایا۔ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا اور مسیلمہ کذاب کو خلیفۂ بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ جہادِ یمامہ میں سینکڑوں صحابہ شہید ہوئے مگر انھوں نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے قولِ فیصل ''جو مرتد ہو جائے' اسے قتل کر دو'' کو سچ کر دکھایا۔

یوں تو چودہ صدیوں میں سو سے زائد ملعون اور جھوٹے افراد نے نبوت کے دعوے کیے اور اپنے اپنے عہد میں عبرتناک انجام سے دوچار ہو کر جہنم کا ایندھن بنے مگر گزشتہ صدی کے آخر میں ہندوستان کے عیسائی حکمران' انگریز نے امتِ مسلمہ میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کے لیے ایک ملعون شخص مرزا قادیانی کو اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لیے منتخب کیا۔ یہ شخص (بقول خود) ''انگریز کا وفادار اور خود کاشتہ پودا'' تھا اور اسی وفاداری کے تحت اس نے پہلے اپنے آپ کو مبلغ ومناظر اسلام کے طور پر متعارف کرایا اور پھر بتدریج مہدی، مجدد، مسیح موعود، ظلی وبروزی نبی اور آخر میں معاذ اللہ محمد واحمد ہونے کا دعویٰ کیا۔ سب سے پہلے علماء لدھیانہ اور بعد میں علماء دیوبند نے اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ مسلمانوں میں اضطراب بڑھا اور محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری قدس سرہٗ نے فتنہ قادیانیت کے عوامی محاسبہ کے لیے علماءِ حق کو تیار کیا۔ مارچ ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ کی انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ میں حضرت انور شاہ کاشمیریؒ نے پانچ سو علماء کی معیت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو ''امیر شریعت'' منتخب کیا اور اُن کے ہاتھ پر فتنہ قادیانیت کے محاسبہ وتعاقب کے لیے زندگی وقف کرنے کی بیعت کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے مجلس احرار اسلام کے تحت ''شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت'' قائم کر کے قافلۂ ختم نبوت تشکیل دیا۔ مرزا کی جنم بھومی قادیان میں مجلس احرار اسلام کا دفتر، مدرسہ، مسجد اور لنگر خانہ قائم کیا۔ قادیانیوں نے تشدد، قتل، خوف وہراس اور مسلمانوں کو زدوکوب کرنے کے تمام ذلیل ہتھکنڈے آزمائے مگر منہ کی کھائی۔

قادیانیوں نے کشمیر کو اپنی سازشوں کا مرکز بنایا تو مجلس احرار نے ۱۹۳۰ء کی تحریک کشمیر میں پچاس ہزار کارکنوں کی گرفتاری اور چنیوٹ کے الٰہی بخش شہید سمیت کئی کارکنوں کی شہادت پیش کر کے قادیانیوں کی سازش ناکام کی اور ڈوگرہ راج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔

مجلس احرار اسلام نے میاں قمر الدین صاحب رحمہ اللہ (لاہور) کو ''ختم نبوت وقف قادیان'' کا صدر اور مولانا عنایت اللہ چشتیؒ (ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی) کو قادیان میں پہلا مبلغ مقرر کیا۔ پھر احرار رہنما، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا لعل حسین اخترؒ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ قادیان میں مرکز احرار اسلام میں بیٹھ کر قادیانیوں کو للکارتے اور مسلمانوں کے حوصلے بڑھاتے رہے۔

۲۱، ۲۲، ۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو مجلس احرار اسلام نے قادیان میں تین روزہ عظیم الشان ''ختم نبوت کانفرنس'' منعقد کی' جس میں تمام زعماء احرار اور ہندوستان بھر کے علماء خصوصاً حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہم اللہ نے شرکت کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حلقہ کے تمام علماء سمیت تائید وحمایت کر کے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنی طرف سے مالی تعاون بھی فرمایا۔ اس مشن میں مجلس احرار اسلام کو برصغیر کے تمام علماء ومشائخ کی تائید وحمایت اور دعا وتعاون حاصل تھا۔ خصوصاً حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوری، حضرت مولانا احمد خان رحہم اللہ نے مجلس احرار اسلام کی مکمل حوصلہ افزائی فرمائی۔ الحمدللہ! قادیانیوں کی ہوا اکھڑ گئی اور احرار کے قافلۂ تحفظ ختم نبوت کو فتح حاصل ہوئی۔

قیامِ پاکستان کے بعد قادیانیوں نے پاکستان کی سلامتی کو نقصان پہنچانے کی سازش کی اور انگریز کا حق نمک ادا کرتے ہوئے' اُن کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے سرگرم ہوگئے۔ انگریزوں کے ایماء پر پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنایا گیا۔ جس نے تمام ریاستی وسائل کو قادیانی ارتداد کی تبلیغ اور اقتدار پر شب خون مارنے کی سازشوں کو پروان چڑھانے پر صرف کیا۔ ملک پر عملاً قادیانیوں کی حکومت تھی۔ مرزا بشیر الدین ۱۹۵۲ء میں بلوچستان کو ''احمدی سٹیٹ'' بنانے کی پیش گوئیاں کر رہا تھا۔ ان حالات میں مجلس احرار اسلام نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں تمام مکاتبِ فکر کے جید علماء کو متحد کر کے ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' تشکیل دی۔

۱۹۵۳ء میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی۔ سفاک وظالم جنرل اعظم خان نے مارشل لاء لگا دیا۔ بدترین ریاستی تشدد کے ذریعے ہزاروں سرفروشانِ احرار اور فدائیانِ ختم نبوت کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا، تمام رہنما قید کر لیے گئے۔ بظاہر تحریک کو تشدد کے ذریعے کچل دیا گیا۔ مجلس احرار اسلام کو خلافِ قانون قرار دے کر ملک بھر میں احرار کے تمام دفاتر سربمہر اور ریکارڈ قبضہ میں لے کر تلف کر دیا گیا۔ زعماءِ احرار چین سے بیٹھنے والے کہاں تھے۔ ۱۹۵۴ء میں قید سے رہا ہوئے تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا محمد حیاتؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ اور دیگر احرار رہنما سر جوڑ کر بیٹھے۔ مجلس احرار اسلام پر پابندی کے باوجود تحفظ ختم نبوت کے مشن کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ستمبر ۱۹۵۴ء میں احرار کی شیرازہ بندی کر کے اور شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کو بحال کر کے ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے نام سے کام کا آغاز کیا گیا۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۲ء تک مجلس احرار خلافِ قانون رہی۔ لہٰذا مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام خوش نام سے احرار سرگرم عمل رہے۔ ۲۱ر اگست ۱۹۶۱ء کو حضرت امیر شریعت کا انتقال ہوگیا۔ ۱۹۶۲ء میں ایوب خان نے سیاسی جماعتوں سے پابندیاں اٹھائیں تو حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ کے مشورہ پر جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سیدابوذر بخاریؒ نے احرار کے احیاء کا اعلان کیا اور ضیغمِ احرار شیخ حسام الدینؒ کی قیادت میں احرار پھر سرگرم ہو گئے۔ مجلس احرار اسلام سیاسی اور عوامی میدان میں قادیانیوں اور قادیانی نواز قوتوں کے خلاف سینہ سپر ہوئی تو مجلس تحفظ ختم نبوت تبلیغی محاذ پر قادیانیوں کا محاسبہ اور تعاقب کرنے لگی۔ مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت ایک ہی کام کے دو نام ہیں۔ ان میں گل وبلبل کا رشتہ ہے۔ مجلس احرار اسلام گل ہے تو مجلس تحفظ ختم نبوت بلبل۔ اور یہ بلبل گلستانِ احرار کے ہر گل سے لطف اندوز ہوتی رہی ہے۔

شہداء ختم نبوت کا خونِ بے گناہی رنگ لایا اور ۱۹۷۴ء میں ایک بے مثال تحریک کے نتیجے میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ قائد تحریک تحفظِ ختم نبوت حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، قائدِ احرار حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، نواب زادہ نصر اللہ خانؒ، پروفیسر عبدالغفور احمد اور دیگر رہنماؤں کی قیادت میں تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

جون ۱۹۷۵ء میں ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ قادیانیوں کے مرکز ربوہ میں فاتحانہ انداز کے ساتھ داخل ہوئے اور تبلیغی جلسوں کے ذریعے قادیانیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ ۲۷ فروری ۱۹۷۶ء میں چناب نگر (سابق ربوہ) میں مجلس احرار اسلام نے مسلمانوں کی پہلی جامع مسجد ''مسجد احرار'' قائم کی۔ جس کا سنگِ بنیاد جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے اپنے دستِ حق پرست سے رکھا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے سابق صدر مجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے بھی اس موقع پر خطاب فرمایا۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی امامت میں نمازِ جمعہ ادا کی گئی۔ حضرت مولانا سید ابوذر بخاری اور حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہما اللہ اور دیگر کارکنانِ احرار کو گرفتار کر لیا گیا۔ ابناء امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور حضرت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے یہاں مدرسہ و مسجد قائم کر کے قادیانی ''قصرِ خلافت'' میں زلزلہ برپا کر دیا۔

۱۹۸۴ء میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ، قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ اور دیگر تمام دینی و سیاسی رہنماؤں کی قیادت میں تحریک تحفظ ختم نبوت برپا ہوئی تو ''قانونِ امتناع قادیانیت'' کے اجراء کی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

مجلس احرار اسلام کا قافلۂ تحفظ ختم نبوت پوری آب و تاب کے ساتھ رواں دواں ہے۔ پاکستان میں اس وقت تیس مراکز ختم نبوت، محاسبۂ قادیانیت کی پُر امن جہدِ مبین میں مصروف ہیں۔ برطانیہ میں جناب شیخ عبدالواحد، جرمنی میں سید منیر احمد بخاری، ڈنمارک میں جناب محمد اسلم علی پوری ''احرار ختم نبوت مشن'' کی نگرانی کر رہے ہیں۔ چناب نگر (ربوہ) میں قائدِ احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم ہمہ وقت مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار میں موجود ہیں۔ نیز مولانا محمد مغیرہ قادیانیوں سے گفتگو اور مناظرہ کے ساتھ ساتھ مبلغین ختم نبوت بھی تیار کر رہے ہیں۔ مسجد احرار چناب نگر میں سالانہ ''تحفظ ختم نبوت کانفرنس'' ۱۲ ربیع الاوّل کو منعقد ہوتی ہے۔ اسی طرح چنیوٹ لاہور، چیچہ وطنی، ملتان، تلہ گنگ اور دیگر شہروں کے مراکزِ احرار میں بھی تحفظ ختم نبوت کے سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔ مراکز احرار میں تحفظ ختم نبوت کورس منعقد ہوتے ہیں۔ جنوری ۲۰۱۱ء سے مرکز احرار تلہ گنگ سے ''فہمِ ختم نبوت خط کتابت کورس'' مفت شروع کیا گیا۔ ہزاروں مسلمان اس میں شریک ہو رہے ہیں۔ اسی طرح پچنند (تلہ گنگ) سے بذریعہ موبائل S.M.S ختم نبوت کورس

شروع کیا گیا ہے۔ ردّ قادیانیت پر ہزاروں روپے کا لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ مجلس احرار اسلام کی موجودہ قیادت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری (امیر مرکزیہ) جناب عبداللطیف خالد چیمہ (ناظمِ اعلیٰ) جناب میاں محمد اویس (ناظمِ نشر و اشاعت) اپنے رفقاء کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ قادیانیت کے محاسبہ و تعاقب میں فعال و سرگرم ہیں۔

مجلس احرار اسلام نے ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ اور دیگر اکابر رحمہم اللہ کی قیادت میں ایک فکری و تحریکی سفر کا آغاز کیا تھا۔ اکابرِ احرار نے مسلمانوں کے دینی عقائد و اعمال کے تحفظ کے ساتھ ساتھ قومی و سیاسی تحریکوں اور سماجی خدمت کے میدان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس سفر میں قید و بند کی تمام صعوبتیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ اپنی جانیں بھی اللہ کے راستے میں قربان کیں۔

محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو ''امیر شریعت'' منتخب کر کے مجلس احرار اسلام کو تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر سرگرم کیا تھا۔ الحمدللہ احرار آج بھی تحفظِ ختم نبوت کے مشن کی آبیاری کر رہے ہیں یہی احرار کا تعارف، پہچان اور شناخت ہے۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء کی ''احرار تبلیغ کانفرنس'' قادیان سے لے کر آج ۲۰۱۱ء تک ۸۲ سالہ تحریکی سفر میں احرار کارکنوں اور قائدین نے جس استقامت اور جرأت و ایثار کا مظاہرہ کیا' وہ اُن کے لیے توشۂ آخرت ہے۔ خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ۱۹۳۴ء (قادیان) ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء (پاکستان) میں برپا ہونے والی تحاریک تحفظِ ختم نبوت احرار کی جدوجہد کا حاصل ہیں۔ مجلس احرار اسلام نے تحریک تحفظ ناموسِ رسالت ۲۰۰۶ء اور ۲۰۱۱ء کے دونوں ادوار میں قومی دھارے میں شامل ہو کر اپنے حصے کا بھرپور کردار ادا کیا۔ امتِ مسلمہ کے خلاف عالمی سامراج کی سازشوں اور منصوبوں سے عوام کو خبردار کیا اور حکمرانوں کو جھنجھوڑا تحریک کامیاب ہوئی۔ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی نے اسمبلی کے فلور پر قانون ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کا اعلان کیا۔

(اپیل)

اس وقت مدرسہ ختم نبوت چناب نگر، مدنی مسجد چنیوٹ، مرکزی عثمانیہ مسجد چیچہ وطنی اور مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان زیرِ تعمیر ہیں۔ مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ تحریک تحفظ ختم نبوت کے تحت قائم مدارس و مراکز، اساتذہ و مبلغین، طلباء کی رہائش، خوراک، علاج اور لٹریچر کی اشاعت وغیرہ پر سالانہ اخراجات تقریباً ایک کروڑ روپے ہیں۔ جدید تعمیرات بجٹ کی کمی کی وجہ سے معلق ہیں۔

تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی جماعت' مجلس احرار اسلام میں شامل ہوں اور قافلۂ تحفظ ختم نبوت کے معاون بنیں۔ اپنی زکوٰۃ وصدقات اور عطیات سے احرار ختم نبوت مشن کو مضبوط کریں۔ اللہ کی رضا کے لیے خرچ آپ کریں دعا ہم کریں گے اور اجر اللہ تعالیٰ عطاء فرمائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

---------------- رابطہ و ترسیل زر کے لیے ----------------

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961,0300-6326621

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری' مدرسہ معمورہ

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

جنابِ وزیراعظم! ریکارڈ درست کیجیے

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

حال ہی میں جناب سیّد یوسف رضا گیلانی وزیراعظم پاکستان کا مضمون ''میرے والد مخدوم سیّد علمدار گیلانی'' بالاقساط شائع ہوا۔ جس میں وزیراعظم نے اپنے والد ماجد کے سوانحی حالات کے ضمن میں مجلس احرارِاسلام کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا، جو درحقیقت خلافِ واقعہ ہے۔ تاریخ کی اصلاح اور ریکارڈ کی درستگی کے لیے یہ سطور پیش خدمت ہیں۔

جنابِ وزیراعظم نے میاں ممتاز دولتانہ سابق وزیراعلیٰ پنجاب کی وزارتِ اعلیٰ کے خاتمے کے اسباب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ:

''پنجاب حکومت کی زرعی اصلاحات سے زمیندار طبقہ ناراض تھا اور اِسی بناء پر انھوں نے حکومت کو گندم فروخت کرنے سے انکار کر دیا۔ نتیجتاً صوبہ بھر میں گندم کی قلت ہوگئی۔ مجلس احرار نے اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کرنے کے لیے اُن کی حمایت شروع کر دی۔ وفاق کو کمزور کرنے کی ضد میں وزیراعلیٰ ممتاز دولتانہ درپردہ مجلس احرار کی حمایت کر رہے تھے۔ اِسی دوران مجلس احرار نے قادیانی کافر کا نعرہ لگا دیا۔ ملک میں فسادات شروع ہوگئے۔ لاہور کی طرح کراچی اور کوئٹہ بھی لپیٹ میں آ گئے۔''

پہلی بات تو یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ پر نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ مجلس احرارِاسلام نے جنوری ۱۹۴۹ء میں لاہور کے ایک جلسۂ عام میں احرار کی سیاسی حیثیت کو ختم کرنے کا اعلان کیا تھا اور اپنے کارکنوں کو حکم دیا تھا کہ جو لوگ سیاسی کام کرنا چاہتے ہیں، وہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ اِس طرح مجلس احرارِاسلام نے سیاست سے دستبرداری کا اعلان کر کے مسلم لیگ کے لیے سیاسی میدان کھلا چھوڑ دیا۔ تاکہ مسلم لیگ بغیر کسی رکاوٹ اور مخالفت کے آزادانہ طور پر نوزائیدہ مملکت کی تعمیر و تشکیل کر سکے۔ انتخابی سیاست سے علیحدگی کے بعد مجلس احرار کے رہنماؤں نے اپنا جماعتی دائرۂ عمل دینی امور بالخصوص تحفظ ختم نبوت تک محدود اور مخصوص کر دیا تھا اور ایک قرارداد میں واضح کر دیا تھا کہ:

''مجلس احرار اَب مذہبی اور اخلاقی کاموں میں سرگرمِ عمل رہے گی۔ تحفظ ختم نبوت اِس کا بنیادی مسئلہ ہے۔ سیاست اب ہماری منزل نہیں۔ سیاست مسلم لیگ جانے اور اُس کا کام۔''

مجلس احرار نے انتخابی سیاست کو خیرباد کہہ کر مسلم لیگ کی سیاسی حیثیت مستحکم کر دی۔ بصورتِ دیگر مجلس احرارِاسلام اگر اپنی سیاسی حیثیت برقرار رکھتی تو وہ مسلم لیگ کے لیے بحیثیت جماعت ایک سخت اور شدید ترین اپوزیشن جماعت ثابت ہو سکتی تھی لیکن احرار رہنماؤں نے محاذ آرائی سے بچتے ہوئے اپنی سیاسی جمع پونجی کو مسلم لیگ کے سپرد کر کے جس فراخ دلی اور کشادہ

ظرفی کا ثبوت دیا۔ اُس کی مثال آج تک کوئی بھی جماعت پیش کرنے سے قاصر ہے۔ وزیراعظم کا یہ کہنا کہ مجلس احرار اسلام نے اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کرنے کے لیے دولتانہ کی حمایت شروع کردی تھی تو یہ دراصل ماضی کی تاریخ سے بے خبری کا نتیجہ ہے یا پروپیگنڈے سے متاثر ہونے کا اثر ہے۔ مجلس احرار ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں شکست سے دوچار ہوجانے کے بعد بھی پاکستان میں مسلم لیگ کے بعد دوسری بڑی سیاسی جماعت کا درجہ برقرار رکھے ہوئے تھی۔ جس کے صرف لاہور شہر کے کارکنوں کی تعداد اور اُس کی عوامی وسیاسی قوت کا اندازہ اِس واقعہ سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ جب ۱۹۵۱ء کے انتخابات میں مسلم لیگ نے دس قادیانیوں کو ٹکٹ دیے تو مجلس احرار نے بھرپور مہم چلائی۔ جس کے نتیجہ میں تمام قادیانی امیدوار ہار گئے اور مجلس احرار اسلام نے یومِ تشکر منایا۔ اِس موقع پر احرار رضا کاروں نے مسلم لیگ کی کامیابی پر نواب افتخار حسین ممدوٹ رہنما پاکستان مسلم لیگ کو سلامی دی تھی تو احرار کے پچاس ہزار سے زائد کارکنوں پر مشتمل جلوس کا اگلا دستہ لاہور قلعہ کے دروازے پر تھا اور سب سے پچھلا دستہ ابھی دہلی دروازے میں تھا۔ اس بھرپور قوت کی حامل ہوتے ہوئے احرار کو میاں ممتاز دولتانہ کی کمزور بیساکھیوں کی ضرورت ہرگز نہ تھی۔ رہی دولتانہ کی ’’درپردہ‘‘ مجلس احرار اسلام کی حمایت کی حقیقت، تو عرض ہے کہ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے واقعات کی تحقیق کے لیے جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل دورُکنی تحقیقاتی کمیشن قائم کیا گیا تھا جو عرفِ عام میں منیر انکوائری کمیشن کہلاتا ہے۔ اس کمیشن نے اگرچہ جانبداری کی حد کردی تھی اور اس کی رپورٹ میں مجلس احرار اسلام کے خلاف الزامات واِتہامات کی بوچھاڑ کردی گئی تھی، لیکن یہ کمیشن بھی اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں دولتانہ کی تحریک ختم نبوت کی حمایت کو ثابت نہ کرسکا اور کمیشن کی رپورٹ میں واضح طور پر یہ تسلیم کیا گیا کہ ’’ہمارے سامنے اس امر کی بھی کافی شہادت موجود نہیں کہ مسٹر دولتانہ نے اِس تحریک کو شروع کیا، یا...... اس کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی۔‘‘ (رپورٹ تحقیقی عدالت، صفحہ ۳۰۵) تحقیقاتی کمیشن نے احرار، دولتانہ ’’سازباز‘‘ کو بھی محض سنی سنائی بات قرار دیا۔ (رپورٹ تحقیقی عدالت، صفحہ ۳۰۶) مجلس احرار اسلام کو ممتاز دولتانہ کے ساتھ نتھی کرنا دراصل قادیانیوں کا شرانگیز پروپیگنڈہ ہے۔ جس سے متاثر ہوکر ہمارے قلم کار بھائی بے سوچے سمجھے اسے قبول کرلیتے ہیں، حقائق کو نظر انداز کردیتے ہیں اور پھر اپنے خود ساختہ فکر و تجزیہ کو تاریخی دستاویز کے طور پر پیش کرنے اور منوانے کے درپے ہوجاتے ہیں۔

احرار رہنماؤں نے تحریک تحفظ ختم نبوت کا اجراء کسی شخصیت کو اقتدار میں لانے یا اقتدار سے ہٹانے کے لیے نہیں، بلکہ صرف اور صرف جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ نبوت کے تحفظ اور پاکستان کو قادیانی سازشوں سے بچانے کے لیے کیا تھا۔ اُس دور میں پاکستان قادیانیوں کے ناپاک منصوبوں کا ہدف بنا ہوا تھا۔ قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے اپنے عہدہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا کے اکثر پاکستانی سفارت خانوں کو جناب حمید نظامی مرحوم کے بقول ’’قادیانی تبلیغ کے اڈے بنادیا تھا۔‘‘ اُدھر قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین محمود صوبہ بلوچستان کو ’’احمدی صوبہ‘‘ بنانے کا کھلم کھلا اعلان کرنے اور اکھنڈ بھارت کے ارادوں کو اپنے الہامات سے سجا کر سامنے لا رہا تھا۔ پاکستان وقت کے نازک دوراہے پر آ کھڑا تھا۔ ان مخدوش حالات میں مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے اسلام اور پاکستان کی حفاظت کے لیے

میدان عمل میں نکلنے کا فیصلہ کیا۔کُل جماعتی مجلس عمل بنائی گئی۔جس نے قوم وملک کو قادیانی بھنور سے نکالنے کے لیے یہ تین متفقہ مطالبات مرتب کیے: (۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔(۲) سرظفر اللہ خان قادیانی کو وزارت خارجہ سے سبکدوش کیا جائے۔(۳) تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے۔

ان مطالبات کی منظوری کے لیے مجلس عمل کے رہنماؤں نے بارہا وزیراعظم خواجہ ناظم الدین سے مذاکرات کیے،لیکن آخر کار خواجہ ناظم الدین نے مجلس عمل کے رہنماؤں سے یہ کہہ کر مذاکرات کے عمل کو معطل کر دیا کہ ''اگر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو امریکہ ہماری گندم بند کر دے گا''اِس مایوس کن جواب کے باوجود مجلس عمل نے صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے دیا اور مذاکرات کے سلسلہ کو کسی نہ کسی طرح بحال رکھا،مگر حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔مجبوراً راست اقدام (DIRECT ACTION) کا فیصلہ کیا گیا اور تحریک کو بہرصورت پُر امن رکھنے کا فیصلہ ہوا،لیکن خواجہ ناظم الدین کی حکومت نے مجلس عمل کے مرکزی رہنماؤں امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری،مولانا ابوالحسنات قادری،ماسٹر تاج الدین انصاری سمیت متعدد رہنماؤں کو دفتر احرار،کراچی سے گرفتار کر لیا۔اِن گرفتاریوں کی خبر پنجاب میں پہنچی تو عوام میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔وزیراعلیٰ پنجاب میاں ممتاز دولتانہ جن کے بارے میں تحریک ختم نبوت کا پشتیبان ہونے کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے ،انھوں نے ہی ۲۷رفروری ۱۹۵۳ء کو مجلس احرار اسلام پنجاب کے تمام سرگرم رہنماؤں اور کارکنوں اور دُوسرے متحرک افراد کو رات کو گرفتار کرنے کے فیصلہ کی منظوری دی۔(تحقیقاتی عدالت رپورٹ،صفحہ ۱۴۷) اور پنجاب بھر سے ہزاروں افراد رات گئے تک گرفتار کر لیے گئے۔(کیا یہی دولتانہ کی مجلس احرار اسلام سے ''ہمدردی'' تھی!)

۶رمارچ ۱۹۵۳ء کو فوج لاہور شہر میں داخل ہوگئی اور جنرل اعظم خان کی طرف سے مارشل لاء کے نفاذ کا اعلان کر دیا گیا۔مارشل لاء کا فائدہ اٹھا کر کئی مقامات پر قادیانی فوجی وردیاں پہنے، جیپ میں سوار ہو کر مسلمانوں پر فائرنگ کرتے رہے اور کوئی انھیں روکنے والا نہ تھا۔دولتانہ کی پنجاب پولیس،جنرل اعظم خان کے ایماء پر آرمی اور اِن کے علاوہ قادیانی افسران تحفظ ختم نبوت کے نام لیواؤں پر وحشیانہ تشدد کرنے اور اُن کے قتل عام میں مصروف ہوگئے۔یہاں تک کہ دس ہزار نہتے اور بے گناہ مسلمان مملکت خداداد میں شہید کر دیے گئے۔مجلس احرار پر پابندی عائد کر دی گئی اور قادیانیوں کو کفر وارتداد پھیلانے کے لیے کھلا چھوڑ دیا گیا۔

اگر خواجہ ناظم الدین کی حکومت امن چاہتی تو مسلمانوں کے متفقہ مطالبات کو مان لینے میں ذرا بھی دیر نہ لگاتی اور دولتانہ حکومت اگر عوام کی خیر خواہی اور مسلمانوں کے جذبات کی ترجمان ہوتی تو فرزندانِ ختم نبوت کو گرفتاریوں، گولیوں اور وحشیانہ تشدد سے دوچار نہ کرتی۔مرکزی وصوبائی حکومتوں اور فوج نے مل کر شہیدانِ ختم نبوت کو ختم نبوت کے تحفظ کی پاداش میں مٹا ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کی،لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جس،جس نے بھی تحریک ختم نبوت کو کچلنے کے لیے درندگی وبہیمیت سے کام لیا

وہ خود عبرت کا نشان بن گئے ۔ جنرل اعظم خان، خواجہ ناظم الدین، ممتاز دولتانہ اور سر ظفر اللہ خان نے دائمی اقتدار کی خواہش اور قادیانیوں کی خوشنودی کے لیے شہدائے ختم نبوت کے خونِ بے گناہی سے ہاتھ رنگے، لیکن پھر وہ عمر اقتدار کے قریب سے بھی نہ گزر سکے۔ عبرت سرائے دہر میں وہ ناکامی و نامرادی کی مثال بن کر مٹی میں مل گئے، مگر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و ناموس اور اُن کے منصبِ عظیمہ پر مر مٹنے والے بظاہر گمنام، لیکن آج بھی تقدس و تطہیر کی علامت اور عقیدت و احترام کا نشان ہیں۔ شہدائے ختم نبوت کی اکثریت تعلیم یافتہ نہ تھی، لیکن وہ بدرجۂ اتم یہ شعور و ادراک رکھتی تھی کہ ختم نبوت دین کی اساس ہے کہ جس پر ایمان لائے بغیر اسلام کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے برعکس علامہ محمد اقبالؒ کے بقول:

> ”نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا۔ مغربیت کی ہوا نے انھیں حفظِ نفس کے جذبہ سے عاری کر دیا ہے، لیکن عام مسلمان جو اُن کے نزدیک مُلّا زدہ ہے۔ اِس تحریک [قادیانیت] کے مقابلہ میں حفظِ نفس کا ثبوت دے رہا ہے۔“ (قادیانیت اور اسلام، بجواب نہرو)

یہ بھی حقیقت ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا جو کام خواجہ ناظم الدین جیسا تہجد گزار، حافظ قرآن، حاجی اور نمازی شخص نہ کر سکا، وہ عظیم کام اللہ تعالیٰ نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم سے لے لیا اور بھٹو مرحوم نے عالمی طاقتوں اور طاغوتی قوتوں کے دباؤ میں آئے بغیر یہ معرکہ سر کر کے اللہ اور اُس کے رسول کی دائمی خوشنودی کا سامان کر لیا۔ دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو بھی اپنے قائد بھٹو مرحوم کی پیروی میں منکرین ختم نبوت کو پاکستان کے دستور اور اِسلام کے ضوابط کا پابند کرنے کی توفیق دے، آمین۔ باور رہے کہ ممتاز دولتانہ جیسے کردار کچھ ہی لمحوں کے لیے ابھرتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لیے طاقِ نسیاں کی زینت بن جاتے ہیں اور ذوالفقار علی بھٹو جیسے لوگ تاریخ کے صفحات میں امر ہو جاتے ہیں، کیونکہ تحفظِ ناموسِ رسالت کرنے والے لوگ فانی نہیں لافانی ہوا کرتے ہیں۔

☆☆☆

قادیانی کے لیے دعائے مغفرت!

شاہد حمید

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا مسرور احمد کی والدہ ناصرہ احمد ۲۸ رجولائی جمعرات کو آنجہانی ہوئی جنکی آخری رسومات ۳۰ رجولائی بروز ہفتہ کو پہلے فیصل آباد اور پھر چناب نگر میں ادا کی گئیں، ریجنل پولیس آفیسر فیصل آباد کے حکم کے تحت چناب نگر قبرستان اور قادیانی جماعت کے مین مرکز کو چاروں اطراف سے فیصل آباد، چنیوٹ اور جھنگ پولیس کی بھاری نفری نے گھیرے رکھا، چناب نگر کا مین بازار بند کر دیا گیا تھا، جبکہ خاص حفاظتی انتظامات کے تحت آخری رسومات کی ادائیگی ہوئی ایک اطلاع کے مطابق چناب نگر سابق ربوہ میں ہائی الرٹ رہا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر انتظام ریلوئے اسٹیشن پر جامع مسجد محمدیہ کے ایریے کو سیل کر دیا گیا تھا آخری رسومات کے لئے خاص حفاظتی انتظامات کیے گئے۔

لندن میں مقیم ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے بلا تاخیر ناصرہ احمد کے اہل خانہ اور قادیانی جماعت کے ذمہ داران سے فون کر کے تعزیت و بخشش کی دعا کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے گناہوں کو معاف فرمائے، مرزا مسرور احمد کو الطاف حسین نے فون پہ کہا کہ تمام سوگواران کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ اور صبر جمیل عطا کرے وغیرہ وغیرہ اختلافات کے باوجود کراچی میں الطاف حسین اور ایم کیو ایم کے ووٹ بنک اور قوت کا بڑا وزن ہے اور ایم کیو ایم میں صحیح العقیدہ افراد کی بھی ایک خاصی تعداد موجود ہے پھر بھی کسی کا کوئی لحاظ نہ رکھتے ہوئے جب بھی موقع ملتا ہے الطاف حسین قادیانیوں کی خوشہ چینی کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے مرزا طاہر احمد کی موت پر بھی الطاف حسین نے اسی قسم کے تأثرات کا اظہار کیا تھا چنانچہ ۸ رستمبر ۲۰۰۹ء کو ایکسپریس نیوز کو دیئے گئے ایک انٹرویو جسے ۹ر ستمبر ۲۰۰۹ء کو نشر کیا گیا تھا میں جناب الطاف حسین نے کہا: ''جب مرزا طاہر کا انتقال ہوا، واحد الطاف حسین تھا جس کا تعزیتی بیان گیا تھا، جس پر کئی اخبارات نے میرے خلاف اداریے لکھے کہ میں نے کفر کیا ہے اور میں یہ کفر دوبارہ کرنے جا رہا ہوں، جس کا دل چاہے مجھ پر فتویٰ دے، میں نے احمدیوں کا لٹریچر بھی پڑھا ہے، میں نے احمدیوں کے پروگرام بھی دیکھے ہیں، ان کا وہی کلمہ ہے سرکار دوعالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ آخری نبی مانتے ہیں''۔

مختلف وجوہ کی بنیاد پر قادیانی مسئلہ برصغیر میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو ان کے اپنے عقائد کی روشنی میں ملت اسلامیہ سے آئینی طور پر الگ کر کے ملک کی ساتویں غیر مسلم اقلیت قرار دے چکی ہے، اسمبلی میں ۱۳ دن کی بحث ہوئی، قادیانی خلیفہ مرزا ناصر احمد ملت اسلامیہ کے مؤقف اور پارلیمنٹ کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان ثابت

کرنے میں ناکام بلکہ نامراد ہوا، اعلیٰ عدالتوں کے متعدد فیصلے آئے اور اسلامی شعائر کے استعمال سے قادیانیوں کو قانوناً روک دیا گیا۔ بظاہر لگتا ہے کہ الطاف حسین نے قادیانی لٹریچر کا مطالعہ سرے سے کیا ہی نہیں یا پھر وہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں ، ورنہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد، عیسیٰ، مہدی اور (نعوذ باللہ) محمد رسول اللہ ہونے کے متعدد دعوے کیے۔ الطاف حسین پارلیمنٹ میں ۱۹۷۴ء والی کارروائی ہی کا مطالعہ فرما لیں تو ان کی آنکھیں کھلنے کے لئے کافی ہوگی۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو جب پارلیمنٹ میں متفقہ قرارداد کے ذریعے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس کے فوراً بعد پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اپنے خطاب میں اِسے پورے ایوان کا فیصلہ قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ:

> '' آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کی عوام کا فیصلہ ہے، یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے ۱۹۵۳ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلہ کے حل کے لئے نہیں، بلکہ اس مسئلہ کو دبانے کے لئے تھا۔''

اپنی پھانسی سے قبل بھٹو مرحوم جب اڈیالہ جیل میں تھے تو ڈیوٹی آفیسر کرنل رفیع الدین سے انہوں نے کہا کہ: '' قادیانی اصل میں پاکستان میں وہ مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے،،

علامہ اقبال مرحوم نے '' قادیانیت کو یہودیت کا چربہ قرار دیا اور کہا کہ قادیانی اسلام کے اور وطن دونوں کے غدار ہیں''

۱۹۸۴ء میں قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کا ماڈل امریکہ کو فراہم کیا اور اس کا تذکرہ سابق بیورو کریٹ زاہد ملک نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ مذہبی عقائد اور کفر و ارتداد سے ہٹ کر بھی ہم دیکھیں تو قادیانی ملک و ملت اور وطن عزیز کی سلامتی کے درپے ہیں۔ '' اکھنڈ بھارت'' قادیانیوں کا مذہبی عقیدہ ہے ربوہ میں مرزا بشیر الدین محمود کی قبر پر ایک عرصہ تک یہ تختی لگی ہوئی تھی کہ '' ہمارے مُردے یہاں امانتاً دفن ہیں آخر کار ہمیں ہندوستان لے جانا ہے۔ اِن عقائد اور حالات و واقعات کے حوالے سے ہم دیکھیں تو پھر الطاف حسین کا ہر موقع پر منکرین ختم نبوت اور قادیانیوں کی طرف جھکاؤ کھل کر سمجھ میں آجاتا ہے۔

جہاں تک کافروں کے لئے بخشش کا تعلق ہے تو ہم یہاں قرآن حکیم کی سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۳ کا ترجمہ نقل کرتے ہیں۔

> '' یہ بات نہ تو نبی کو زیب دیتی ہے، اور نہ دوسرے مومنوں کو کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو، جبکہ ان پر یہ بات پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی لوگ ہیں۔''
> (ترجمہ مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ آسان ترجمہ قرآن صفحہ ۶۱۰)

الطاف حسین کا مرزا مسرور احمد کی والدہ ناصرہ بیگم کی موت پر اس انداز میں اظہارِ افسوس جیسے کوئی بزرگ مسلمان خاتون وفات پا گئی ہیں پر ملک بھر میں شدید ردِ عمل ہُوا، جامعہ بنوریہ عالمیہ کراچی کے مہتمم مولانا مفتی محمد نعیم نے شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ '' الطاف حسین کی جانب سے مرزا مسرور قادیانی کی والدہ کے انتقال پر ان کے لئے دعائے مغفرت کرنا غیر شرعی اقدام ہے''۔

متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے کہا ہے کہ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کی والدہ ناصرہ بیگم کے انتقال پر جس انداز میں تعزیت و افسوس اور دعا کا اہتمام کیا ہے یہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان کا شعار نہیں ہو سکتا۔ الطاف حسین کچھ عرصے بعد اس قسم کی گفتگو شروع کر دیتے ہیں جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم

ِ نبوت کے دشمنوں کی تائید میں ہوتی ہے اور امت مسلمہ کے چودہ سو سالہ متفقہ عقائد کو ذبح کرنے کے مترادف ہے!

مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان کے امیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی، جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی، جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے مرکزی نائب ناظم رانا محمد شفیق پسروری، تنظیم اسلامی پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات مرزا محمد ایوب بیگ، جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری اطلاعات مولانا محمد امجد خان اور کئی دیگر رہنماؤں نے کہا ہے کہ قادیانی کے لئے بخشش کی دعا کفر و اِرتداد پروری ہے اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ الطاف حسین قادیانیوں کو مسلمان تصور کرتے ہیں جو قرآن وسنت اور اجماع امت سے بغاوت اور آئین سے انحراف کے مترادف ہے۔ متحدہ تحریک ختم نبوت کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے کنوینئر عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ دو سال قبل (۸رستمبر ۲۰۰۹ء) الطاف حسین کا ایک انٹرویو ایکسپریس نیوز نے نشر کیا تھا جس میں الطاف حسین نے کہا تھا کہ ''جب مرزا طاہر کا انتقال ہوا تھا...... میں نے کفر کیا ہے اور یہ کفر دوبارہ کرنے جا رہا ہوں میں نے احمدیوں کا لٹریچر بھی پڑھا ہے...... ان کا کلمہ وہی ہے سرکارِ دوعالم کو وہ آخری نبی مانتے ہیں''۔

عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ اب پھر متحدہ قومی موومنٹ کے قائد الطاف حسین نے اپنے پرانے عقیدے، مؤقف اور رائے کا اِظہار بلکہ اُس پر اصرار کیا ہے تو وہ کان کے نہیں دل کے دروازے کھول کر سن لیں کہ قادیانی اسلام، آئین اور عدالتی فیصلوں کی رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں، قادیانیوں کی طرف سے اسلام کا ٹائٹل استعمال کرنا اور دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کو کافر بلکہ کنجریوں کی اولاد کہنا۔۔۔۔اس کے بعد الطاف حسین اور ان کی جماعت خود فیصلہ کرلے کہ وہ کس صف میں کھڑے ہیں؟ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی نائب امیر قاری شبیر احمد عثمانی اور کئی دیگر رہنماؤں نے کہا کہ ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلے ۱۹۸۴ء کے امتناع قادیانیت ایکٹ اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کو سبوتاژ اور غیر مؤثر کرنے کے لئے جاری عالمی مہم جو دراصل قادیانی چلا رہے ہیں الطاف حسین سمیت کچھ قوتیں اُن کی پُشت پر کھڑی ہیں۔ الطاف حسین اپنی ایم کیو ایم کے علاوہ دوسرے دھڑے یا دھڑوں کو تسلیم (own) کرنے کے لئے تیار نہیں لیکن متوازی جھوٹی نبوت کو پرموٹ کر رہے ہیں اور ایسے کافر جو اپنے کفر کو اسلام کا نام دیتے ہیں ان کے لئے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں یہ تو اپنی دنیا و آخرت خراب کرنے والی بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ دراصل یہ اِرتدادی فتنے قادیانیت کے بارے عوامی نفرت کم کرنے کی موہوم کوشش ہے جو کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے کہا کہ ایم کیو ایم کو پنجاب میں منظّم کرنے کے لئے قادیانی وسائل اور قادیانی افراد ماضی قریب میں کس طرح استعمال ہوئے کوئی راز کی بات نہیں، علاوہ ازیں کراچی، لاہور، ملتان، چناب نگر، چنیوٹ، تلہ گنگ، راولپنڈی، اسلام آباد اور چیچہ وطنی سے آمدہ اطلاعات کے مطابق مختلف دینی جماعتوں کے قائدین اور علاقائی رہنماؤں نے کہا ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کے پیروکار ہیں اور آئین پاکستان کی رو سے غیر مسلم ہیں، لہٰذا الطاف حسین کھل کر اپنے عقیدے اور مؤقف کا اظہار کریں تاکہ ایک محبّ وطن مسلمان اور دشمنِ دین وملت میں امتیاز کیا جاسکے۔

''ریمنڈ ملک''

انصار عباسی

اگر عبدالرحمٰن ملک صاحب کا تبلیغی جماعت کے ساتھ زندگی میں کبھی کچھ دن کا ہی واسطہ پڑا ہوتا تو وہ اپنا نام رحمٰن ملک لکھنے کی جسارت نہ کرتے اور نہ ہی انہیں اُس شرمندگی کا سامنا کرنا پڑتا جب ملک صاحب وفاقی کابینہ کی میٹنگ میں بار بار کوشش کے باوجود سورۃ اخلاص تک نہ پڑھ سکے۔ اب بھی اگر اپنے نام پر ہی غور فرمالیں تو ہوسکتا ہے اپنے ساتھ ساتھ بہت سے دوسروں کو بھی گناہ سے بچالیں۔ اگر ایسا نہ کرسکیں تو بہتر ہوگا کہ اپنا نام ریمنڈ ملک رکھ لیں، جو ہمارے حکمرانوں کے بیرونی آقاؤں کو بھی اچھا لگے گا اور ملک صاحب کی کارگردگی کے بھی عین مطابق ہوگا۔ کوئی رحمٰن کا بندہ تو وہ سب کچھ نہیں کہہ سکتا جو ملک صاحب نے ایم آئی سکس (MI6) لندن میں فرمایا۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وزیر داخلہ لندن میں گوروں کے ایک تھنک ٹینک سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا ہیڈکوارٹر رائے ونڈ شدت پسندی اور دہشت گردی کو جنم دینے والی جگہ ہے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق ملک صاحب کا یہ بھی فرمانا تھا کہ جتنے بھی ''دہشت گرد'' پاکستان سے پکڑے جاتے ہیں، انہوں نے تبلیغی جماعت کے ہیڈکوارٹر رائے ونڈ کا دورہ کیا ہوتا ہے، ان کے قریبی عزیزوں میں سے کسی نے سوویت یونین کے خلاف افغان جنگ (جہاد) میں حصہ لیا ہوتا ہے یا ان کا تعلق پاکستان میں ۲۵۰۰۰ سے زائد دینی مدرسوں میں سے کسی کے ساتھ رہا ہوتا ہے۔ عبدالرحمٰن ملک نے تو وہ بات بھی کردی جو امریکا، برطانیہ اور دوسرے یورپی ممالک اور اسلام دشمن بھی نہ کرسکے۔ تبلیغی جماعت کا تو اپنا ایک مخصوص کام ہے جس کا تمام تر تعلق تبلیغ اور تربیت سے ہے۔ تبلیغی نہ تو سیاست کرتے ہیں نہ ہی کسی اور قسم کے جھگڑے میں پڑتے ہیں۔ وہ تو اچھائی، نیکی اور نماز کی طرف بلاتے ہیں اور ایک پرامن تحریک کا حصہ ہیں۔ اسی وجہ سے تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے حضرات تبلیغِ اسلام کے لیے دنیا کے کونے کونے کا دورہ کرتے ہیں اور عمومی طور پر ان کو کہیں نہیں روکا جاتا۔ اس جماعت کی کاوشوں سے نہ صرف ہزاروں لاکھوں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا بلکہ لاکھوں لادین اور بے راہ رو مسلمانوں نے شراب نوشی، زنا اور دوسرے گناہوں کو چھوڑا اور نماز، روزہ کی طرف رُخ کیا۔ پاکستان کرکٹ کے یوسف یوحنا کو محمد یوسف بنانے میں تبلیغی جماعت کا اہم کردار تھا۔ اسی تبلیغی جماعت نے پاکستان کی کرکٹ میں اسلام کا رنگ بھر دیا اور ہم نے سعید انور، مشتاق احمد، ثقلین مشتاق اور انضمام الحق کو اس انداز میں بدلتے دیکھا کہ ماضی میں پلے بوائز کے طور پر دیکھے جانے والے کرکٹر کھیل کے میدان میں باجماعت نماز ادا کرتے نظر آنے لگے اور اپنی جیت کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور رحمت سے جوڑنے لگے۔ اسی تبلیغی جماعت نے

ہمیں ایک پاپ سنگر سے صوم وصلوٰۃ کا پابند ایک دینی رہنما جنید جمشید کی صورت میں دیا۔ میں ذاتی طور پر ایسے کئی افراد کو جانتا ہوں جن کی زندگیوں کو تبلیغ کرنے والوں نے اللہ کے کرم سے بدل کر رکھ دیا۔ ایسی جماعت پر شدّت پسندی اور دہشت گردی کے الزام لگانا اس اسلام دشمن ایجنڈے کے مترادف ہے جس کا مقصد اسلام کی تبلیغ کو روکنا ہے۔ آج اسلام یورپ اور امریکا میں تمام تر منفی پروپیگنڈہ کے باوجود سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب ہے۔

ابھی چند روز قبل ہی ساؤتھ افریقہ کی کرکٹ ٹیم کے فاسٹ بالر پارنل نے اسلام قبول کر لیا۔ پارنل نے اپنا اسلامی نام ولید رکھا ہے۔ تبلیغی جماعت کے برعکس پاکستان کے اندر اور دنیا بھر میں کئی ایسی اسلامی تنظیمیں جو جہاد جیسے اوّلین فرض کو کشمیر، افغانستان، عراق، فلسطین اور چیچنیا وغیرہ میں ادا کر رہے ہیں۔ امریکا و برطانیہ اور دوسرے مشرک ممالک کو اصل تکلیف ان مجاہدینِ اسلام سے ہے جو اسلام دشمن افواج کو ناکوں چنے چبوا رہے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو ''دہشت گرد'' اور ''شدّت پسند'' کا نام دیا جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ ملک صاحب کے خیالات بھی امریکا و برطانیہ سے ملتے جلتے ہیں مگر اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والوں کا جو مقام ہے وہ ہی جانتا ہے جس نے قرآن وسنّت رسول کو پڑھا ہو۔ میکالے کے پیروکار اور اسلام سے دور مغرب زدہ مسلمانوں نے تو جہاد اور جہادیوں کو گالی بنا چھوڑا ہے۔ اگرچہ ملک صاحب نے لندن میں اپنے بیٹے کے کانووکیشن میں شرکت اور تبلیغی جماعت پر دہشت گردی اور شدّت پسندی کا ٹھپہ لگانے کے بعد واپس پاکستان پہنچتے ہیں یہ خبر اخبار میں لگوا دی کہ ان کے بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا اور یہ کہ ان کا تبلیغی جماعت اور رائیونڈ کے بارے میں خیال بہت اچھا ہے۔ مگر ان کی وضاحت پڑھنے میں ہی پھس پھس لگتی ہے اور اسی وجہ سے ان کو تنقید کا سامنا ہے۔ اس وقت قید مونس الٰہی نے بھی ملک صاحب کے بیان پر غم وغصہ کا اظہار کیا اور کہا کہ ان کو خود پر کرپشن کے الزامات سے کہیں زیادہ وزیر داخلہ کے بیان پر دکھ ہوا ہے۔ مگر کون نہیں جانتا کہ ملک صاحب تو ویسے بھی غیر ذمہ دارانہ بلکہ فضول بیان دینے کی شہرت رکھتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں کراچی کی ٹارگٹ کلنگ پر ملک صاحب کا فرمانا تھا کہ ۷۰ فیصد افراد کا کراچی میں قتل بیویوں اور گرل فرینڈ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس سے فضول بات شاید ہی کوئی ہو سکتی ہو۔ وزیر داخلہ وجہ جو بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ آپ اپنا فرض ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ آخر میں میرا آپ کو برادرانہ مشورہ ہو گا کہ اسلامی تنظیموں اور جماعتوں کے متعلق بات کرتے ہوئے آپ کو احتیاط برتنی چاہیے، کیونکہ آپ کی کوئی بھی بے پر کی اڑائی گئی اسلام دشمنوں کے لیے تو خوشی کا باعث ہو سکتی ہے مگر آپ کے عہدہ کے باعث ایسے غیر ذمہ دارانہ بیانات پاکستان اور مسلمانوں کے لیے مشکلات کا باعث ہو سکتے ہیں۔ اگر ہو سکے تو چند دن تبلیغی جماعت کے ساتھ لگا دیں، ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی کو بھی بدلنے کا وسیلہ اسی جماعت کو بنا دیں۔ دنیا تو آپ نے بہت کمالی ذرا آخرت کی بھی فکر کر لیں۔ باقی صدر زرداری اور وزیر اعظم گیلانی سے یہ امید رکھنا کہ وہ ملک صاحب کے خلاف کوئی ایکشن لیں گے تو بھول جایئے۔ مجھے تو شبہ ہے کہ ان کے اس ''کارنامہ'' اور بیرونی آقاؤں کی سفارش پر انہیں کہیں مزید ترقی نہ دے دی جائے۔

(مطبوعہ ''روزنامہ جنگ''، یکم اگست ۲۰۱۱ء)

یوم آزادی (تجدید عہد کا دن)

میجر سعید اختر

اے ارضِ پاک میری نظر میں ترا وجود
اس خطۂ زمیں پہ رحمت کا تھا ورود

تخلیق تری عالمِ امکاں میں جب ہوئی
وہ رات شبِ قدر تھی اور دن تھا وہ سعود

مقصد تری بِنا کا تھا تجدید دینِ حق
ربِّ جلیل کا ہوا ہم پہ یہ کرم و جُود

لیکن تری عنانِ حکومت پہ چھا گئے
جو وضع میں نصاریٰ تھے تہذیب میں یہود

پیش نظر تھی ان کے فقط اپنی منفعت
کیسے قبول کرتے وہ اسلام کی قیود

پانے لگیں رواج یہاں ایسی خصلتیں
جن سے تباہ ہوئیں اقوامِ شعیبؑ و ہود

پھر ایک لہر اٹھی احیائے دین کی
فرمانِ نبیِ پاک کی کھلنے لگیں عقود

روسی شکست و ریخت سے یہ راز وا ہوا
حکمِ جہاد ہی سے ہے اسلام کا صُعود

لیکن یہ تھا یہود و نصاریٰ کو ناگوار
مسلم ہوں پھر سے واقفِ اسرار ہست و بود

میرے امیر ملک کی کم ہمّتی کو داد
لے کر وہ آ گئے میرے ہمسائے میں جنود

شامل تھیں ان میں یورپی اقوام کی سپاہ
جن کی معاونت میں کمر بستہ تھے ہنود

پھرتے ہیں وہ بھی چاٹتے اب خاک دیکھ لو
اپنے جدید اسلحہ ، ساماں کے باوجود

رحمت مجاہدوں پہ ہے ربِّ جلیل کی
طاری ہے دشمنوں پہ عجب خوف اور جمود

آؤ کریں یہ عہد ہم اس روز کے طفیل
اس کے لیے بہا دیں گے اپنے لہو کی رود

پھوڑیں گے اُس کی آنکھ جو اس کی سمت بڑھے
آئے کسی بھی سمت سے ہو سرخ یا کبود

بدر و حنین کی طرح نصرت ہماری کر
ہم دست بدعا ہیں ، یا ربّ ، یا ودود

☆☆☆

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

خونچکاں ہیں بام و در
غمزدہ بشر بشر
منزلیں کہیں نہیں
رائیگاں ہیں یہ سفر
حرف حرف بے ثبات
لفظ لفظ بے اثر
دردِ دل کی داستاں
کہہ رہے ہیں اشکِ تر
آگ ایسی لگ گئی
جل اٹھے نگر نگر
پستیاں ہیں دل نشیں
بلندیوں سے بے خبر
خواہشیں ہیں بے شمار
زندگی ہے مختصر
نفرتیں ہی نفرتیں
قدم قدم ڈگر ڈگر
خالد دل گیر اب
منتظِر نہ منتظَر

میرا مذہب: حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

پوچھا ''آپ بریلوی ہیں یا دیوبندی؟'' عرض کیا ''بریلی اور دیوبند ہندوستان کے دو شہروں کے نام ہیں، نہ میں نے دیکھے نہ میرے باپ نے۔'' اور شہروں کے نام پر کبھی مذہب نہیں بنا کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو میرے جیسے لوگ بریلی اور دیوبند میں بند ہونے کی بجائے مکّی یا مدنی کہلاتے۔ مکّی مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب شہروں کے نام پر کیا کوئی مذہب بنا؟ جھنگ سے بھکر جاتے ہوئے ہرنولی موڑ سے پپلاں (لیاقت آباد) گورنمنٹ کالج جاتے ہوئے میرے رفیق سفر دونوں ساتھیوں نے اپنے سوال کا یہ جواب پا کر خوشگوار حیرت کا اظہار کیا...... میں نے عرض کیا حدیث پاک میں سنّت نبوی اور جماعتِ صحابہ کی پیروی کا حکم آیا ہے اور اسی کو مذہب اہل سنت و جماعت کہا اور لکھا گیا۔ اسلام کے موٹروے (صراط مستقیم) کی چار رویہ متوازی سڑکیں مکّہ و مدینہ سے نکلیں۔ میدانِ حشر میں مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں کوثر پی کر جنت الماٰویٰ پر ختم ہوں گی۔ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی۔ یہی چار بڑی سڑکیں ہیں مگر یہ سب ہیں اہل سنت والجماعت......

میدانِ عرفات میں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کو اپنا وصی بنایا اور حکم دیا تھا ''فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ'' تم لوگ جو حاضر ہو، اُن تک جو حاضر نہیں میرے احکام، میری سنّتیں پہنچاتے چلے جانا۔ جبریل امین وحی لے کر پہنچے، رب ذوالجلال نے مہر خاتمیت ثبت فرمادی۔ ''آقا خاتم النبین خاتم المعصومین، تم سب خاتم الاصحاب، تمہارا دین خاتم الادیان'' ''یہ دین جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا یہ دین تمہارا ہے۔ تم پر دین کی تکمیل اور نعمتِ ربّ جلیل کا اتمام ہوگیا۔''

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور ان کی اولادیں دین لے کر مکہ و مدینہ سے نکلیں اور اس وقت کی دنیا کے آخری گوشوں تک لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه. کے جھنڈے گاڑ دیے۔ جہاد اور تبلیغ کے کئی رنگ سامنے آئے۔ ایک رنگ اقدامی جہاد کا تھا لوگوں کو باطل مذاہب کے جَور سے عدلِ اسلام کی طرف نکالنا۔ اقدامی جہاد میں بھی پہلے دعوتِ اسلام دی جاتی تھی۔ اس انداز میں پہلے جزیرۂ عرب پھر اُس زمانے کی سپر طاقتیں ہرقل، قیصر، کسریٰ، خاقانِ چین پھر شاہانِ سپین و فرانس تک پر اسلامی رنگ چھا گیا۔ اگر مشیتِ الٰہی کو منظور ہوتا تو ابن قاسم ثقفی، قُتیبہ بن مسلم باہلی، موسیٰ بن نُصیر، طارق بن زیاد اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں تمام باطل ادیان انجام کو پہنچ جاتے مگر...... ''آتش کرا بسوز دگر بوجہل نہ باشد''۔

جہاد و قتال کو قیامت تک باقی رکھنا منظور تھا۔ دامن نہ پھیلانے والوں، حق سے اعراض کرنے والوں کو محروم القسمۃ بنا کر یہود و نصاریٰ اور ان کے ملحد حامیوں کے ذریعے دوزخ کا پیٹ بھی تو بھرنا تھا۔ خالق نے اپنی مخلوق کے پیٹ بھرنے کا بندوبست بھی تو کرنا ہے۔ جہنم بھی اس کی مخلوق ہے جو هَلْ مِنْ مَزِيد Do more کے آوازے لگا رہی ہے۔

اللہ ہم کمزوروں کو اپنی رحمت سے اپنی عالمینی رحمت کے سبب محفوظ رکھے۔ (آمین)

اسلام کا دوسرا رنگ علمِ دین تعلیم وتعلّم تھا، جس کے لیے مکّہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، بغداد اس کے بعد اندلس کے کئی بڑے شہر پھر خراسان، تاتارستان کے بڑے بڑے شہر مثل بخارا، نیشا پور، شیراز، ہرات کے ساتھ ساتھ برصغیر پاک وہند کے دسیوں شہر دہلی، دیو بند، بریلی، پانی پت، لاہور، ملتان اور کئی دوسرے مرکز رشد وہدایت بنے۔ یہ باتیں اہل علم پر مخفی نہیں۔

ایک تیسرا رنگ تلاوتِ قرآن...... یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ...... ہر اہلِ علم اور اہلِ فہم وفکر کو تدبر کی دعوت اور مقابلے کا چیلنج دینے والا قرآن اور اس کی تلاوت۔ اس کا پہلا مرکز تو مکّہ اور مدینہ ہی تھا تاہم نبیِ کائنات رسول آخر صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ لازوال معجزہ بھی کائنات کے لیے الیٰ یوم المیقات تھا۔ کوفہ ''بصرہ'' بغداد مصر سے ہوتا ہوا ہندوستان کے شہروں میں پہنچا...... پانی پت ہندوستان کا ایک معروف شہر تھا جہاں اطلاع ملی کہ فرنگ بدرنگ نے اہل جہاد سے تنگ آ کر قرآن کو دنیا سے ناپید کرنے کا ارادہ کیا ہے تاکہ جہادی آیات کے منظر عام سے ہٹ جانے پر جہاد ختم ہو جائے اور انگریز کا قبضہ اسلامی مقبوضات پر روز افزوں ہو سکے۔ حفظ القرآن کے ایک چھوٹے سے مدرسہ میں بھی یہ اطلاع پہنچی کہ انگریز قرآن پاک کے نسخے دھڑا دھڑ خرید رہا ہے۔ سازش سمجھ میں آ گئی۔ فراستِ مومن کے حامل استاد نے انگریز کو مدرسہ آنے کی دعوت دی۔ قرآن مقدس کا نسخہ انگریز کے سامنے رکھا، ایک نوعمر نابینا طالب علم (مستقبل کے قاری فتح محمدؒ) کو بلا کر مختلف مقامات سے قرآن کسی حرف کی تبدیلی کے بغیر از بر سنوا دیا۔ انگریز حیرت میں گم تھا'' کاغذ والے مصاحف تو غائب کر دیں گے یہ سینوں والے قرآنوں کا کیا کریں گے۔'' انگریز نے اپنی مکار سرشت سے پالیسی بدلی، لارڈ میکالے کا نظام تعلیم نافذ کیا۔ منسوخیِ جہاد کے لیے پنجابی نبی مرزا قادیانی کھڑا کیا...... فراستِ مومن بھی کہاں پیچھے رہتی، نانوتہ کے صدیقی خاندان کے سپوت محمد قاسم نے میزبان رسول ابوایوب انصاری کے فرزند دلبند گنگوہ کے رشید احمد سے مشورہ کر کے ایک چھوٹے سے قصبہ دیو بند میں فرنگِ بدرنگ کے مقابلہ کے لیے ایک چھاؤنی کی بنیاد رکھی جس کا نام دار العلوم تھا۔ انگریز بھی سویا ہوا نہیں تھا، ۱۸۵۷ء میں سیکڑوں علما اور ہزاروں عاشقانِ رسول کو پھانسی پر شہید کر کے بھی اس کے سینے کی جلن ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی...... اس نے پینترا بدلا، پراپیگنڈا تو ہمیشہ باطل کا بہترین ہتھیار رہا ہے۔ اہل حق علما پر وہابی، دیوبندی، گستاخ رسول کا ٹھپہ لگوایا۔ کچھ علما کو غلط رپورٹیں دے کر اور کچھ نام نہاد علما کو پاؤنڈ اور ڈالر کی چمک سے تسخیر کیا۔ اہل حق علما اور مجاہدین پر گستاخی کے فتوے لگوائے۔

اسلام کا ایک اور رنگ تزکیہ وتصوف تھا وَ یُزَکِّیْھِمْ کی شانِ نبوت کا اظہار...... سرزمین پاک وہند میں سیکڑوں اولیا کرام اس رنگ میں آئے۔ اکثر اصحابِ رسول ہی کی اولاد میں سے تھے۔ عجیب بات یہ ہے کہ کسی عالم، بزرگ، مجاہد حتیٰ کہ کسی صحابی یا تابعی کے نام کی نسبت سے، کسی شہر کے نام پر کوئی مذہب نہ بنا۔ محدثین، مفسرین، فقہا وصوفیا سے نسبت کے باوجود کوئی شہر یا بستی اور قصبہ کسی مذہب ومسلک کی نشانی نہ بنا پھر بانس بریلی اور دیو بند کے نام پر دو مذہب کیسے وجود میں آ گئے؟

سید علی ہجویری خواجہ گنج بخش، معین الدین چشتی، بختیار کاکی، فرید الدین گنج شکر، ان کے بھانجے صابر کلیری، حاجی امداد اللہ چشتی تھانوی مہاجر مکی، ان کے خلیفہ پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور اشرف علی تھانوی، نظام الدین اولیا،

بہاؤالدین زکریا، رکن عالم عثمانی ملتانی، سلطان باہوحتی کہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالحق، شہاب الدین سہروردی اور پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ صرف چند ایک معروف اولیا اللہ کے نام ہیں۔ ان کے مسکن، جائے پیدائش یا جائے وفات کو مذہب کی بنیاد نہ بنایا گیا۔

میزبانِ رسول سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی اولاد خلیل احمد سہارنپوری، رشید احمد گنگوہی پھر علامہ عبدالحق حقانی، عبدالشکور فاروقی لکھنوی، محمد الیاس صدیقی، محمد ادریس کاندھلوی، محمد قاسم نانوتوی، محمود حسن اموی، رحمت اللہ کیرانوی، نعیم الدین مرادآبادی، رائے پور کے شاہ عبدالرحیم کشمیر کے علامہ انور شاہ، شیراز کے حافظ اور سعدی، نیشا پور کے مسلم، بخارا کے محمد اسماعیل، اندلس کے شیخ عبداللہ، میرٹھ کے سید بدر عالم ملتان کے سید نورالحسن بخاری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، گولڑہ کے پیر مہر علی شاہ، ندوہ کے سید سلیمان ندوی، شبیر احمد عثمانی، ظفر احمد عثمانی، کندیاں کے خواجہ خان محمد رحمہم اللہ...... بلاترتیب افضل ومفضول چند ایک جبالِ علم وتقویٰ کے نام گنوائے ہیں۔ کسی بھی عالم، فقیہ، محدث، مفسر اور سرتاج اولیا کے نام سے کسی شہر کے نام پر مذہب بنا؟ کیا سمجھے؟ یہی ناں کہ جب فرنگِ بےننگ نے اپنا رنگ نہ جمتے دیکھا تو غلط فہمیاں پیدا کر کے ایک دوسرے پر فتوے لگوائے...... مگر نتیجہ؟ جب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس ختم نبوت کے تحفظ کی بات آئی تو مفتی محمود، شاہ احمد نورانی، عبدالستار نیازی، عبدالقادر روپڑی اور سید محمد یوسف بنوری اکٹھے نظر آئے! حبِ رسول کا تقاضا ہوا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی و مکانی اور ختم المعصومین کی بات ہوئی تو غازی علم الدین، غازی عبدالقیوم، غازی حق نواز، غازی عامر چیمہ اور غازی ممتاز قادری بلا امتیاز کسی مذہب ومسلک کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر جانیں وارتے نظر آئے...... مجھے خوشی ہے میرا مذہب حق ہے۔ میرا مذہب حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حبِ اہل بیت وآل واصحاب رسول علیہم الرضوان الی یوم المیز ان۔

بقول انجم نیازی:

آپ کے قدموں پہ سر رکھنا میری معراج ہے
آپ کا نقش کفِ پا میرے سر کا تاج ہے

ماہانہ مجلس ذکرو اصلاحی بیان

29 ستمبر 2011ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

آیت ''تمکین'' اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۔ وہ لوگ کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوٰۃ اور حکم دیں بھلے کام کا اور منع کریں برائی سے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔ (سورۃ الحج، آیت ۴۱)

''مَکَّنَّا'' مکانہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں مرتبہ، قوت اور طاقت۔ فلاں شخص، فلاں شخص کے ہاں مقیم ہے یعنی نمایاں مرتبہ رکھتا ہے۔ ''مکانۃ'' اس مرتبے اور درجے کو کہتے ہیں جو کسی کو کسی بادشاہ کے دربار میں مل جائے اور ''تَمَکَّنَ مِنَ الشَیءِ وَاسْتَمْکَنَ'' کا مطلب ہے کہ وہ کامیاب ہوگیا۔

آیت تمکین سے پہلی دو آیات (۳۹، ۴۰) میں یہ بتایا گیا ہے کہ: جن مسلمانوں سے کافر جنگ کر رہے ہیں انہیں بھی مقابلے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں بے شک ان کی مدد پر اللہ قادر ہے۔

یہ وہ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجد یں بھی ڈھادی جاتیں جہاں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے۔ جو اللہ کی مدد کرے گا، اللہ بھی ضرور اس کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ بڑی قوتوں والا، بڑے غلبے والا ہے۔

اس کے بعد آیت تمکین میں ان ہی مظلوم مہاجرین کو ''تمکنت فی الارض'' کی بشارت دینے کے علاوہ نظام حکومت کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں۔

مشہور مفسر امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت کا مصداق اول مہاجرین وانصار ہیں لیکن وہ لوگ بھی اس کا مصداق ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کی تابعداری کرتے ہوں۔

ابوالعالیہ، ضحاک اور ابن ابی نجیح فرماتے ہیں کہ اس آیت میں حکمرانوں کے لیے ہدایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو ملک اور سلطنت عطا فرمادیں تو وہ اپنے اقتدار میں یہ کام کریں گے جو خلفائے راشدین نے کیے تھے۔ (الجامع لاحکام القرآن جلد۱۲، صفحہ۷۳۔ تحت الآیۃ)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

پھر اللہ تعالیٰ کی اس خبر کا وقوع اس طرح ہوا کہ چاروں خلفائے راشدین اور مہاجرین ”اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا“ کا مصداق صحیح تھے......اسی لیے علما نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں اور جو نظام خلافت ان کے زمانے میں قائم ہوا وہ حق و صحیح اور عین اللہ تعالیٰ کے ارادے اور رضا اور پیشگی خبر کے مطابق ہے۔

یہ تو اس آیت کے شانِ نزول کا واقعاتی پہلو ہے لیکن ظاہر ہے کہ الفاظِ قرآن جب عام ہوں تو وہ کسی خاص واقعہ میں منحصر نہیں ہوتے، ان کا حکم عام ہوتا ہے۔ اسی لیے ائمہ تفسیر میں سے ضحاک نے فرمایا کہ اس آیت میں ان لوگوں کے لیے ہدایت بھی ہے جن کو اللہ تعالیٰ ملک و سلطنت عطا فرما دیں کہ وہ اپنے اقتدار میں یہ کام انجام دیں جو خلفائے راشدین نے اپنے وقت میں انجام دیے تھے۔ (معارف القرآن جلد ۶ صفحہ ۲۷۱)

مولانا محمد امین احسن اصلاحی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

دنیا میں مسلمانوں کے اقتدار و تمکین کی پہلی بشارت یہی ہے جس کا آغاز حرم کی سرزمین سے ہوتا ہے (کیونکہ) اس کی حیثیت ملّت کے قلب کی ہے۔ اسی کے صلاح و فساد پر تمام ملّت کے صلاح و فساد کا انحصار ہے۔ بعینہٖ یہی فریضہ مسلمانوں پر اس سرزمین کے لیے عائد ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ ان کو اقتدار بخشے۔ اگر وہ یہ فریضہ ادا نہ کریں تو اللہ کے نزدیک جس طرح دوسروں کا تسلط ناجائز ہے اسی طرح ان نام نہاد مسلمانوں کا تسلط بھی ناجائز ہے۔ (تدبر قرآن جلد پنجم، صفحہ ۲۵۸)

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

اس آیت میں اسلامی حکومت کی تعریف، اس کے مقاصد اور طریق کار کا ذکر ہے لہٰذا جہاں مساجد کو مضبوط کرنا ضروری ہے وہاں بیت المال کے نظام کو اور دیگر احکام کو نافذ کرنا بھی از حد ضروری ہے۔ (تفسیر محمود جلد دوم، صفحہ ۴۴۸)

مولانا صلاح الدین یوسف اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

اس آیت میں اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف اور اغراض و مقاصد بیان کیے گئے ہیں جنہیں خلافت راشدہ اور قرن اول کی دیگر اسلامی حکومتوں میں بروئے کار لایا گیا اور انہوں نے اپنی ترجیحات میں ان کو سرفہرست رکھا تو ان کی بدولت ان حکومتوں میں امن و سکون بھی رہا اور مسلمان سر بلند و سرفراز بھی رہے۔ آج بھی سعودی عرب کی حکومت میں بحمداللہ ان چیزوں کا اہتمام ہے تو اس کی برکت سے وہ اب بھی امن و خوش حالی کے اعتبار سے دنیا کی بہترین اور مثالی حکومت ہے۔ (قرآن کریم مع اردو ترجمہ و تفسیر، صفحہ ۹۲۶۔ مطبوعہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں کہ:

یہ آیت شریفہ دو پیش گوئیوں پر مشتمل ہے: ایک یہ کہ مہاجرین کو زمین میں اقتدار (تمکین فی الارض) عطا کیا جائے گا۔ دوم یہ کہ ان کے دورِ اقتدار میں ان سے جو چیز ظہور پذیر ہوگی وہ ہے اقامت دین (صلوٰۃ، ایتائے زکوٰۃ) امر

بالمعروف اور نہی عن المنکر۔

اس وعدہ الٰہی کے مطابق مہاجرین اوّلین میں ان چار اکابر کو جنہیں خلفائے راشدین کہا جاتا ہے، اقتدار عطا کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ یہی حضرات اس آیت شریفہ کے وعدہ کا مصداق تھے اور ان ہی کے حق میں مندرجہ بالا پیش گوئیاں پوری ہوئیں اور ان حضرات نے اقامتِ دین کا فریضہ انجام دیا۔(اختلاف امت اور صراطِ مستقیم، صفحہ ۱۹۷)

یہ بات صحیح ہے کہ حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم مہاجرین اوّلین میں سے ہیں، ان کے دور میں خلافت کے مقاصد بھی پورے ہوئے، وہ زمرۂ خلفائے راشدین میں بھی شامل ہیں اور ان کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع و اتفاق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی منشا اور مرضی کا اظہار ہے لیکن یہ بات ضرور قابلِ غور ہے کہ کیا خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کو ''مہاجر'' ہونے کی بنا پر ''خلفائے راشدین'' کہا جاتا ہے یا بسبب صحابیت ''رشد و ہدایت'' اور آیت تمکین میں بیان کردہ نظام حکومت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں مقاصدِ خلافت کے حصول میں بے مثال کامیابی کی وجہ سے؟ نیز کیا خلیفہ راشد کے لیے مہاجر ہونے کی شرط بھی لازمی اور ضروری ہے؟

جہاں تک خلیفہ راشد کے لیے مہاجر ہونے کی شرط کا تعلق ہے تو ابتدائی گیارہ صدیوں میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب میں ''ہجرت'' کی شرط کا دور دور تک کوئی نام ونشان ہی نہیں ملتا بلکہ ان کتب میں سرے سے خلافت راشدہ کی بحث ہی نہیں پائی جاتی۔ صرف شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انہوں نے سب سے پہلی ''خلافت راشدہ'' کے موضوع پر مفصّل گفتگو فرمائی چنانچہ انہوں نے فرمایا ہے کہ:

''منجملہ لوازم خلافت خاصہ کے ایک یہ ہے کہ خلیفہ مہاجرین اوّلین میں سے ہو......''

(ازالۃ الخفاء جلد اوّل صفحہ ۴۳)

زیر بحث آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام نے دو پیش گوئیوں کا ذکر کیا ہے: اوّل یہ کہ مظلوم مہاجرین (جنہیں قتال کی اجازت دی جارہی ہے) کو زمین میں اقتدار عطا کیا جائے گا۔ اور دوم یہ کہ وہ اپنے اقتدار کو آیت میں مذکور مقاصد کے حصول کے لیے ہی استعمال کریں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ انہیں جب اللہ تعالیٰ کی اس خبر اور پیش گوئی کے مطابق زمین میں تمکّنت و اقتدار عطا کیا گیا تو انہوں نے ان ہی مقاصد کے حصول کے لیے اسے استعمال کیا لہٰذا بلا شک وشبہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم ترتیبِ خلافت کے مطابق اس آیت کے اوّلین مصداق ثابت ہوئے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم پر ''خلافت راشدہ'' ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی اور ان کے بعد آنے والے خلفاء اپنے ادوار میں مقاصد خلافت حاصل کرنے اور استحقاقِ خلافت کی شرائط پر پورا اترنے کے باوجود زمرۂ خلفائے راشدین میں شامل ہونے اور آیت تمکین کا مصداق ہونے سے خارج متصور ہوں گے۔

آیت تمکین سے خلافت کے لیے ہجرت کا شرط ثابت کرنا محل نظر ہے۔ مہاجرین اوّلین میں سے تقریباً تیس

سال (۱۱ھ......۴۰ھ) تک حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا انتخاب بطور خبر اور پیش گوئی کے اس طرح عمل میں آیا ہے جس طرح ''الائمۃ من قریش'' کی پیش گوئی کے مطابق ۹۱۰، سال تک قریش میں ہی خلافت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع میں آیت تمکین کی رو سے انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ''ہجرت'' کی شرط پر پورا نہ اترنے کی بنا پر خلافت کے لیے ''نااہل'' نہیں قرار دیا گیا۔ اس اجتماع میں ''الائمۃ من قریش'' کی صدا تو گونجی ہے لیکن ''الائمۃ من المہاجرین الاوّلین'' کی صدا کسی نے بلند نہیں کی۔

اگر بالفرض خلیفہ راشد کے لیے ''ہجرت'' کی شرط کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت بطور تتمّہ بھی خلافت راشدہ سے خارج ہو جائے گی کیونکہ مشہور قول کے مطابق ان کی ولادت ہی بعد از ہجرت رمضان ۳ھ میں ہوئی ہے جب کہ وہ بطور صحابی یقیناً خلیفۂ راشد ہیں۔

اگر خلیفہ راشد کے لیے ''مہاجر'' ہونے کی شرط ضروری ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کے بعد جب ان سے اس کے متعلق دریافت کیا گیا تھا تو وہ ضرور ''آیت تمکین'' کے مطابق ہدایت جاری فرماتے جب کہ اس وقت تیس سالہ مدت خلافت راشدہ میں سے بھی چھ مہینے ابھی باقی تھے۔

یا پھر اہل حل وعقد خود ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی بجائے آیت تمکین کے مصداق کسی مہاجر صحابی کو منصبِ خلافت تفویض کر دیتے حالانکہ اس وقت ''مہاجرین اوّلین'' بھی موجود تھے بالخصوص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (یکے از عشرہ مبشرہ) متوفّٰی ۵۱ھ، ۵۴ھ، ۵۸، علیٰ اختلاف الاقوال۔ (جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے موقع پر فرمایا تھا ''ارم یا سعد فداک ابی وامّی'' نیز جو حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی طرف سے بحیثیت والی عراق فرائض بھی انجام دے چکے تھے اور سب سے بڑھ کر جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہی کی طرح خلافت کا اہل سمجھ کر چھ رکنی خلافت کمیٹی میں شامل فرمایا تھا) اس منصب کے سب سے زیادہ مستحق تھے مگر مذکورہ اوصاف کے حامل ہونے کے باوجود انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ منتخب نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں خود مہاجرین اوّلین یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی خلیفہ کے لیے مہاجر ہونے کو ضروری قرار نہیں دیا۔ اگر خلیفہ کے لیے آیت تمکین کی رو سے مہاجر ہونا ضروری ہوتا تو انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اس مقصد کے لیے کبھی اکٹھے نہ ہوتے کیونکہ وہ زیر بحث آیت کا مفہوم اپنے ''اخلاف'' سے یقیناً بہتر سمجھتے تھے۔ اگر خلافت کے لیے ''ہجرت'' کی شرط لازمی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبھی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے استخلاف کی بات نہ کرتے (مسند احمد) یا اپنے بعد سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنے کی تمنا نہ کرتے، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تجویز پر سکوت اختیار نہ فرماتے۔ اگر آیت تمکین کے تحت یہ شرط ضروری ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین اوّلین کی موجودگی میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا انتخاب کبھی نہ کرتے۔

اگر علی سبیل التنزل کسی درجے میں ہجرت کی شرط کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ صرف

باعتبار مقاصدِ خلافت، شرائط، اہلیتِ خلافت، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ''الراشدون'' کی سندِ الٰہی کے حامل ہونے کی وجہ سے خلیفۂ راشد ہیں بلکہ زیر بحث آیت تمکین کی رو سے شرطِ ہجرت پر بھی پورے اترتے ہیں۔

امام ابن اثیر (م۶۳۰ھ)، امام ابن کثیر (م۷۷۴ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) نے بروایت ابن سعد خود حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے ''عمرۃ القضاء'' سے پہلے اسلام قبول کیا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بحیثیت مسلمان ملاقات کی اور اپنے اسلام کو اپنے والدین سے مخفی رکھا پھر جب ان کے والد کو اس حقیقت کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ تمہارا بھائی یزید تجھ سے بہتر ہے جو اپنی قوم کے دین پر قائم ہے:

وَکَانَ مُعَاوِیَۃَ یَقُوْلَ اَنَّہٗ اَسْلَمَ عَامَ الْقَضِیۃِ وَاَنَّہٗ لقی رَسُوْلَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْلِمًا وَکَتَمَ اِسْلَامَہٗ مِنْ اَبِیْہِ وَاُمِّہٖ. (اسد الغابہ تحت ذکر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما)

اسلمت یوم القضیۃ ولکن کتمت اسلامی من ابی ثم علم فقال لی ھٰذا اخوک یزید وھو خیر منک علیٰ دین قومہ......قال معٰویۃ ولقد دخل رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلم مکّۃ فی عمرۃ القضاء وانّی لمصدّق بہ. (البدایہ والنہایہ جلد۸، صفحہ۱۱۷)

لقد اسلمت قبل عمرۃ القضیۃ...... (الاصابہ جلد۳، صفحہ۴۳۳)

علامہ ابن حجر الہیتمی المکّی لکھتے ہیں کہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بعد حدیبیہ کے اسلام لائے اور بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حدیبیہ کے دن اسلام لائے مگر انہوں نے اپنے والدین سے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا تھا (یہاں تک کہ اسے) فتح مکہ میں ظاہر کیا۔ اس بنا پر وہ واقعہ عمرہ (یعنی عمرۃ القضیۃ) میں جو حدیبیہ کے بعد ۷ھ، میں فتح مکہ سے ایک سال پہلے ہوا تھا مسلمان تھے۔ اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو امام احمد نے امام باقر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے میں نے مروہ کے پاس رسول اللہ کے بال کترے تھے۔

اصل حدیث صحیح بخاری میں بواسطہ طاؤس حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے قینچی سے رسول اللہ کے بال کترے تھے۔

اس میں مروہ کا ذکر نہیں ہے۔ یہ دونوں روایتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ واقعۂ عمرہ میں مسلمان تھے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں بال نہیں کتروائے بلکہ بالاتفاق منیٰ میں بال منڈوائے تھے، پس یہ بال کا کتروانا عمرۃ (القضا) کے علاوہ اور کسی موقع پر نہیں ہوا۔ اگر کہا جائے کہ شاید عمرہ جعرانہ میں یہ واقعہ بال کترنے کا ہوا ہو جو فتح مکہ اور ہزیمت حنین کے بعد اخیر ۸ھ، میں ہوا جب کہ حنین کے قیدی اور اموال جعرانہ میں لائے گئے تھے۔

تو میں جواب دوں گا کہ عمرہ جعرانہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت شب پوشیدہ طور پر ادا کیا تھا۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس (عمرہ) کا انکار کیا ہے۔ (تطہیر الجنان واللسان، صفحہ۷۔ الفصل الاوّل تحت فی اسلام معاویہ رضی اللہ عنہ)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ''مُحَلِّقِیْنَ رُءُ وْسَکُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ'' (سورۃ الفتح، آیت ۲۷) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: صحیح بخاری میں ہے کہ اگلے سال عمرہ قضا میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک قینچی سے تراشے تھے، یہ واقعہ عمرۂ قضا ہی کا ہے کیونکہ حجۃ الوداع میں تو آپ نے حلق فرمایا ہے۔

(معارف القرآن جلد ہشتم، صفحہ ۹۰)

اس تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے عمرۃ القضا کے موقع پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ دیگر اقوال کے مقابلے میں خود صاحب معاملہ کے اپنے قول کو بہرحال ترجیح دی جائے گا، اس کے علاوہ یہ بھی مسلّمہ حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہجرت کر کے مستقل طور پر مدینہ منورہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ اگر ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''لا ہجرۃ بعد الفتح'' کو ظاہر پر محمول کیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں کس حیثیت سے آباد ہوئے تھے؟

اگرچہ شارحین حدیث نے ''لا ہجرۃ بعد الفتح'' کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت واجب نہیں رہی تھی۔

امام ابوداؤد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:

عن معاویة قال سمعت رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلم یقول لا تنقطع الهجرة حتیٰ تنقطع التوبة، لا تنقطع التبوبة حتیٰ تطلع الشمس من مغربها.

(سنن ابی داؤد جلد اوّل کتاب الجہاد، باب فی الہجرۃ ہل انقطعت، صفحہ ۳۴۳)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہجرت ختم نہ ہوگی جب تک توبہ ختم نہ ہو اور توبہ ختم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔

امام احمد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت سے پہلے ایک ''مذاکرہ'' نقل کیا ہے جس میں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ آیا ہجرت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے یا باقی ہے؟

بعض ہجرت کے انقطاع کے قائل تھے جب کہ بعض اس کے باقی رہنے کے قائل تھے تو اس موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیر بحث مسئلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا محوّلہ بالا فیصلہ کن ارشاد سنایا تھا۔

پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ''ہجرت'' نبوت کی طرح کوئی منصب نہیں تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد ختم ہو گیا تھا بلکہ ایک عمل خیر کا نام ہے جو اجتماعی طور پر توبہ کا دروازہ بند ہونے کے ساتھ ہی ختم ہوگا۔ (یہ ملحوظ رہے کہ انفرادی طور پر توبہ کا دروازہ آدمی کی جان کنی کے وقت ختم ہوتا ہے) اور قیامت تک دوسرے اعمال کی طرح یہ عمل بھی جاری رہے گا۔

ہجرت کے جاری رہنے کی تائید قرآن کریم کی حسب ذیل آیت سے بھی ہوتی جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ

اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَةً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا. جولوگ اپنی جانوں پرظلم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں، تم کس حال میں تھے؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم زین میں کمزور اور مغلوب تھے۔ فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم ہجرت کر جاتے؟ (سورۃ النساء، آیت ۹۷)

یہاں ''فی الارض'' سے مراد باعتبار شانِ نزول مکّہ مکرمہ اور اس کا قرب وجوار ہے اور آگے ''ارض اللہ'' سے مراد مدینہ منورہ ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے بعض پہلی جگہ سے مراد ''ارض کفار'' ہوگی جہاں اسلام پر عمل مشکل ہو اور ''ارض اللہ'' سے مراد ہر وہ جگہ ہوگی جہاں انسان اللہ کے دین پر عمل کرنے کی غرض سے ہجرت کر کے جائے۔

جہاں تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام اور ان کی ہجرت کا تعلق ہے تو وہ بعینہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اسلام اور ہجرت کی طرح ہے۔ ان کا مدینہ منورہ میں مستقل قیام بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ انہوں نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد قیام کی اجازت ہی نہیں دی تھی بلکہ ان کا ایک انصاری کے ساتھ بھائی چارہ بھی قائم کر دیا تھا۔ چنانچہ مشہور سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب سیرت رحمۃ للعالمین کی جلد سوم صفحہ ۳۶۸ پر مواخات مدینہ کی ایک فہرست پیش کی ہے جس میں چوبیسویں نمبر پر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا ہے کہ ان کے بھائی انصار میں سے حتات بن بشر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اوّلین کے بعد ہجرت کرنے والوں کو بھی حفظ مراتب اور درجات میں تفاوت کے باوجود ان ہی میں شمار کیا ہے:

> وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ م بَعْدُ وَ ھَاجَرُوْا وَ جٰھَدُوْا مَعَکُمْ فَاُولٰٓئِکَ مِنْکُمْ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْم.
>
> اور جولوگ ایمان لائے بعد میں اور ہجرت بھی کی اور جہاد بھی کیا تمہارے ساتھ مل کر تو وہ بھی تم ہی میں سے ہیں اور رشتہ دار (ورثہ میں) ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں حکم الٰہی کے مطابق، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (سورۃ الانفال، آیت ۷۵)

پیر کرم شاہ صاحب ازہری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: یعنی صلح حدیبیہ سے پہلے ہجرت کرنے والوں اور نصرت دین کے لیے سربکف میدان میں آنے والوں کا مقام بے شک بہت بلند ہے لیکن اس کے بعد بھی جو ہجرت کر کے آیا اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا وہ بھی احکام شرعیہ اور دیگر تمام سیاسی حقوق میں یکساں ہیں۔ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی نصرت بھی ضروری ہوگی اور ایک دوسرے کے وارث بھی ہوں گے۔

ہجرت کے بعد حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار اور مہاجرین میں جو بھائی چارہ اور مواخاۃ قائم کی تھی اس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوتے تھے۔ اس آیت میں توارث کا یہ طریقہ منسوخ قرار دے دیا گیا اور صرف قریبی رشتہ داروں میں وراثت محدود کر دی گئی۔ (ضیاء القرآن جلد دوم، صفحہ ۱۷۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سورہ الانفال کی مذکورہ آیت کے بھی مصداق ہیں کیونکہ انہوں نے قبول اسلام کے بعد ہجرت بھی کی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وقیادت میں فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین وطائف اور غزوہ تبوک میں بھی بھر پور حصہ لیا۔ (ملاحظہ ہو: منہاج السنۃ جلد اوّل، الجزء الثانی صفحہ ۳۱۴)

مزید برآں! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا دعویٰ بھی یہی تھا کہ وہ مہاجرین میں شامل ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث نقل کی جس میں بتایا گیا کہ ایک موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف آپ ہماری مدد سے کیوں باز رہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ایک وجہ میرے شریک نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ''اَوَلَسْنَا مُهَاجِرِيْنَ '' کیا ہم لوگ مہاجر نہیں ہیں؟ میں (یعنی وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) نے جواب دیا: اسی وجہ سے تو ہم آپ سے اور ان سے دونوں سے الگ رہے۔ (ازالۃ الخفاء جلد اوّل، صفحہ ۴۱۸)

اس روایت سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو مہاجرین میں سے سمجھتے تھے اسی لیے جب انہوں نے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے مہاجر ہونے کا دعویٰ کیا تو انہوں نے اسے درست اور صحیح تسلیم کرتے ہوئے اپنے غیر جانب دار ہونے کی ایک وجہ قرار دیا۔

ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دعویٰ ہجرت تسلیم کرلیا مگر سخت حیرت ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے یہ کہہ کر اسے مسترد کر دیا کہ ''معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو ہجرت کے ان دونوں معانی میں فرق معلوم نہیں ہوسکا اسی وجہ سے انہوں نے علی الاطلاق کہہ دیا کہ ہجرت تا قیامت باقی ہے۔'' (حوالہ مذکور، صفحہ ۴۱۹)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دعویٰ ہجرت پر شاہ صاحبؒ کا یہ تبصرہ یقیناً محل نظر اور باعث تعجب ہے۔ بہر حال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنے مستقل قیام، دعویٰ ہجرت اور تحصیلِ علم کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں غزوات میں شرکت (جسے شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بھی دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے اعلیٰ درجے کی ہجرت قرار دیا ہے) کی بنا پر بھی مہاجرین میں شامل ہیں جس سے وہؓ شاہ صاحبؒ کی شرطِ ہجرت کے مطابق بھی آیت تمکین کا مصداق بن جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تمکین کے لیے دعا بھی فرمائی تھی، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی لکھتے ہیں کہ: روایت کیا ابن عساکر نے سلمہ بن مخلد سے، کہا کہ میں نے سنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے کہتے تھے: یا اللہ اس کو کتاب سکھایئے اور ملک میں اس کو تمکین (اقتدار) عطا کیجئے اور اس کو عذاب سے بچایئے۔ (ازالۃ الخفاء جلد چہارم، صفحہ ۵۱۶)

اس کے برعکس مولانا محمد قاسم نانوتویؒ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تمکین کو ''دینی تمکین'' قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ: باقی رہے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہر چند ان کو بظاہر تمکین میسر آئی لیکن حقیقت میں وہ تمکین دین نہیں

تھی، تمکین ملک وسلطنت تھی ۔ چنانچہ واقفانِ سیَر پر پوشیدہ نہیں کہ خلفا اربعہ کے اطوار اور انداز اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اطوار اور انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا، ان کی گذران فقیرانہ اور زاہدانہ تھی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طور ملوک کا سا تھا۔ اس لیے اہلِ سنت ان کو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں، خلفا میں نہیں گنتے ملوک میں شمار کرتے ہیں لیکن ملوک، ملوک میں بھی فرق ہے۔ (ہدیۃ الشیعۃ، صفحہ ۶۶۔ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

حضرت نانوتویؒ کی اس رائے کے ساتھ اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ ''انہیں تمکینِ دین حاصل نہ تھی بلکہ تمکین ملک و سلطنت حاصل تھی اوران کے اطوار وانداز میں اور خلفائے اربعہ کے اطوار وانداز میں زمین آسمان کا فرق تھا''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تمکین ملک وسلطنت کے ساتھ ساتھ یقیناً تمکین دین بھی حاصل تھی۔ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ''اور تمکین دین ان کو حاصل تھی کیونکہ ان کا دین وہی تھا جو حضرات خلفا ثلاثہؓ کا تھا۔'' (تحفہ اہل سنت، صفحہ ۲۵۔ مطبوعہ تحریک خدّام اہل سنت پاکستان)

تو اب سوال یہ ہے کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اوران کے پیش رو خلفا راشدین کا دین مختلف تھا؟ آیئے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے پوچھ لیتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ صفّین کے بعد حسب ذیل ایک گشتی مراسلہ جاری کیا کہ: **والظاهر انّ ربّنا واحد و نبيّنا واحد و دعوتنا في الاسلام واحدة لا نستزيدهم في الايمان باللّٰه والتصديق برسوله ولا يستزيدوننا.** ظاہر ہے کہ ہمارا رب ایک ہے، ہمارے نبی ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے میں نہ ہم ان سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں ہماری اور ان کی دینی حالت ایک جیسی ہے۔ (نہج البلاغہ جلد دوم، صفحہ ۱۱۴)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دینی ودنیوی تمکین حاصل تھی۔ ان کا بھی وہی دین تھا جو ان کے پیش رو خلفا کا تھا اور وہی دین ان کے عہد خلافت راشدہ میں رائج اور غالب تھا اور یہی تمکین دین ہے جو دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کا نتیجہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یوں دعا فرمائی کہ:

اللّٰهم علّمه الكتاب و مكّن له في البلاد وقه العذاب.

اے اللہ! انہیں قرآن کا علم سکھا دے اور ملک میں انہیں تمکین دے اور انہیں عذاب سے محفوظ رکھ۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸، صفحہ ۱۲۱)

جہاں تک خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طور وانداز میں زمین وآسمان کے فرق کا تعلق ہے تو ان کے ''طور وانداز'' کی توثیق دو خلفائے راشدین حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے کی تھی۔

علامہ عبدالعزیز فرہاروی لکھتے ہیں کہ: ''**و امّا معاوية فهو ان لم يرتكب منكراً لكنّه توسّع في المباحات**'' حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے گرچہ کوئی منکر اور خلاف شرع کام ہرگز نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے مباحات

کے استعمال کرنے میں فراخی سے کام لیا۔(النبر اس شرح لشرح العقائد صفحہ ۵۱۱)

معلوم نہیں کہ ’’توسّع فی المباحات‘‘ سے کون سے حدود ٹوٹ گئی ہیں، دین میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں اور کیا اسے زمین وآسمان کا فرق کیا جاسکتا ہے؟

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:’’**والجھاد فی بلاد العدوّ قائم و کلمة اللّٰہ عالیة و الغنائم ترد الیه من اطراف الارض والمسلمون معه فی راحة و عدل وصفح وعفو.**‘‘ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں دشمنوں کے ممالک میں جہاد جاری رہا، اللہ کا کلمہ سربلند رہا اور اطراف واکناف سے مال غنیمت کی ریل پیل جاری رہی اور مسلمان ان کے زیر سایہ راحت وعدل اور عفو ودرگذر کی زندگی بسر کرتے رہے۔(البدایہ والنہایہ جلد ۸، صفحہ ۱۱۹)

کیا اس طرح کی تمکین کے حاصل خلیفہ کے متعلق ایک لحہ کے لیے بھی یہ باور کیا جاسکتا ہے کہ ’’اسے تمکین دین نہیں بلکہ تمکین ملک وسلطنت حاصل تھی‘‘؟

مذکورہ تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دنیوی تمکین کے ساتھ ساتھ دینی تمکین بھی حاصل تھی اور وہ ہر اعتبار سے آیت تمکین کا مصداق ہیں اور یقیناً ایک خلیفہ راشد ہیں۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک وپرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

علماء حق کا ترجمان
المیزان
ناشران وتاجرانِ کتب

دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور
اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ

دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-7122981-7212762

قسط:۴

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

''یادِ خدا'' اور نذیر مجیدیؒ:

''المنیر'' کے بعد دوسرا اہم اخبار ''یادِ خدا'' ہے جو دادا جان کی ہی تجویز اور مشورے کے مطابق ۱۹۳۷ء میں ڈاکٹر عزیز علی کی ادارت میں پہلے سرگودھا اور پھر چنیوٹ سے شائع ہونا شروع ہوا۔ چنیوٹ میں قیام کے دوران یعنی ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۴ء تک والدِ محترم نذیر مجیدی ''یادِ خدا'' سے وابستہ رہے۔ ''یادِ خدا'' کے ساتھ والدِ محترم نذیر مجید کا جو خصوصی تعلق رہا اس کے بغیر نہ یادِ خدا کی کہانی مکمل ہوتی ہے اور نہ ہی والدِ محترم کی زندگی کا قصہ۔ نذیر مجید کا یادِ خدا کے ساتھ تقریباً وہی تعلق رہا جو ''زمیندار'' کے ساتھ ظفر علی خان یا پھر روزنامہ انقلاب کا تعلق مولانا غلام رسول مہر کے ساتھ تھا۔ بنیادی وجہ دونوں کے وہ خصوصی تعلقات تھے جن کا ذکر پچھلی قسط میں بیان ہو چکا ہے۔ انہی تعلقات کا تقاضہ تھا کہ یادِ خدا کے ساتھ وابستہ رہا جائے۔ چنانچہ والدِ محترم یادِ خدا میں ''تلخ و شیریں'' کے عنوان سے یادِ خدا میں مسلسل لکھتے رہے۔

''شہرِ لبِ دریا'' کے مصنف کی درج ذیل تحریر سے بھی بات مزید واضح ہوتی ہے: ''۱۹۳۸ء میں پاسبان بند ہو گیا جس کے بعد نذیر مجیدی چنیوٹ چلے آئے اس وقت تک ''المنیر'' طاقِ نسیاں کی زینت بن چکا تھا اور اُن کے والدِ محترم عملی صحافت سے کنارہ کش ہو کر اپنی زندگی انجمن اسلامیہ چنیوٹ کے لیے وقف کر چکے تھے۔ نذیر مجیدی نے چنیوٹ میں ہی قیام کا فیصلہ کیا اور ڈاکٹر عزیز علی کے اصرار پر ہفت روزہ ''یادِ خدا'' کے ساتھ وابستہ ہو گئے اور بہت جلد اپنے زورِ قلم اور شوخیِ تحریر کی بنا پر قبولِ عام کی سند حاصل کر لی۔ ''تلخ و شیریں'' کے عنوان سے چھپنے والے کالم میں طنز و مزاح کی کاٹ کے ساتھ ساتھ گہرے سماجی شعور کی جھلک ملتی تھی۔ روزمرہ کے موضوعات کو اس ادیبانہ چاشنی کے ساتھ بیان کرتے کہ ان کے کالم کا انتظار کیا جاتا۔ اس کالم میں محبت کی شرینی سے لے کر نفرت اور رقابت کی تلخیاں تک شامل رہتیں۔ لیکن ان کا انداز ایسا شگفتہ تھا کہ بہت سی تلخیوں کو بھی جامۂ شیریں پہنا دیتے۔ سیر و سیاحت اور وسیع مطالعہ کی بنا پر اُن کے پاس موضوعات کی کمی نہ تھی۔ انہوں نے ایک دنیا کو بستے ہوئے دیکھا تھا۔ اس لیے ان کا قلم تہذیب اور زندگی کے شعور سے آشنا تھا۔ ''یادِ خدا'' چونکہ زیادہ تر مقامی مسائل کا احاطہ کرتا تھا۔ اس لیے نذیر مجیدی بھی اکثر اوقات شہر کے کوچہ و بازار اور مقامی بلدیہ کی کارگذاری کو موضوعِ تحریر بناتے ایک جگہ لکھتے ہیں۔

چند کالم:

''ایک دفعہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ رات کو چنیوٹ آئے۔ شہر میں روشنی گل تھی اور حسب معمول تاریکی نے پردے ڈال رکھے تھے۔ آج کل کی زبان میں کہنا چاہیے کہ ''بلیک آؤٹ'' ہو رہا تھا۔ اس پر راستے کی بلندی اور پستی مستزاد تھی۔ شاہ صاحب قدم کہیں رکھتے پڑتا کہیں۔ طبیعت بذلہ سنج واقع ہوئی تھی۔ یہ عالمِ زیر و بالا دیکھ کر فرمانے لگے:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سب نابینا رہتے ہیں اور اس مناسبت سے تو اس شہر کا نام حافظ آباد ہونا چاہیے تھا۔

راقم حروف کا خیال ہے کہ شاہ صاحب کا تجویز کردہ نام چنیوٹ کا رات کا ہونا چاہیے کیونکہ جو تکلیف صاحب موصوف کو جھیلنی پڑی وہ عموماً رات کی تاریکی میں ہوتی ہے۔ دن کو سب نابینا، بینا ہو جاتے ہیں۔ راستے نظر آنے لگتے ہیں اور قدم درست پڑتے ہیں اور رات جتنی تکلیف نہیں ہوتی۔ البتہ دن کو شہر کی صفائی کو مدِّنظر رکھا جائے تو ''گندپور'' ''کوڑا گنج''، ''کرکٹ آباد''، ''اروڑی شہر'' جیسے نام موزوں ہوں گے۔'' (مئی ۱۹۴۳ء)

زبان سادہ اور روانی تحریر نذیر مجیدی کے کالموں کی خصوصیات تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کالم ہر خاص و عام کی نگاہ میں پسندیدہ ٹھہرتے تھے۔ سنجیدہ موضاعات پر بھی وہ اپنے مخصوص انداز میں اس شگفتگی سے اظہار خیال کرتے کہ تحریر بوجھل نہ ہونے پاتی اور حرفِ آخر تک دل چسپی برقرار رہتی۔ بات سے بات پیدا کرنے میں انہیں خاص ملکہ حاصل تھا اور پھر جب اس میں ظرافت کا رنگ شامل ہوتا تو کالم کو چار چاند لگ جاتے ایسا ہی ایک اور کالم پیش نذر ہے:

''شاعر پیدا ہوتا ہے بنایا نہیں جاتا۔ لیکن میونسپل کمشنر پیدا نہیں ہوتا بنایا جاتا ہے۔ اگر اس ذاتِ شریف کی تخلیق کا دیانتدارانہ تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اوصاف انسانی سے بہت بلند قسم کی مخلوق ہے۔ یہ خدائی کا وہ مجازی خدا ہے جسے خدائی اپنے ہاتھوں سے ''خدا'' بنا کر بعد میں اپنے پر شرماتی ہے اور پچھتاتی ہے۔

چونکہ آج کل رواج کی پابندی ہے، عام طور پر جس خاندان کا کوئی فرد حج کر آئے تو اس خاندان کے تقریباً سب افراد حاجی کہلانے لگتے ہیں۔ بعینہٖ میونسپل کمشنر کا بیٹا، پوتا، بھانجا، بھتیجا بھی چوہدری کہلانے لگتا ہے۔ تاکہ ہاتھ آئی ہوئی دولت سے زمانہ محروم نہ کردے اور یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوتا رہے، بعض ستم ظریف میونسپل کمشنر کو میونسپل کنستر بھی کہہ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یا تو یہ ہوسکتی ہے کہ جس طرح کنستر میں کئی چیزیں ڈالی جاسکتی ہیں میونسپلٹی کی ہر چیز اور اس کے علاوہ تیل اور کھانڈ بھی، میونسپل کمشنر اور اس کے خاندان کے ہر فرد کی دستبرد اور دستِ تصرف میں آسکتی ہے، یا جس طرح کنستر بعض اوقات خالی ہو کر ڈھول کا ڈھول رہ جاتا ہے اس طرح میونسپل کمشنر بھی میونسپل کمشنری کرتے کرتے ذہنِ رسا اور عقل و خرد سے خالی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ کنستر کہلاتا ہے یہ میونسپل کمشنر کہلاتا رہتا ہے۔

جس طرح پارس جس شے سے چھو جائے اس کو سونا بنا دیتا ہے۔ بالکل اس طرح میونسپل کمشنر کے پاس بیٹھنے اٹھنے والے بھی سکتر، سپرنٹنڈنٹ چونگی وغیرہ بن جاتے ہیں۔ لیکن اگر قسمت یاوری کرے تو بعض دفعہ میونسپل کمشنر بھی بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ گدا کی سکندری کچھ اتنی مفید ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ہر بات میں یہ میونسپل کمشنر اپنے محسن کا محتاج رہتا۔ اور اس کی رضامندی کے سوا کوئی مفید خدمت سرانجام نہیں دے سکتا۔''

نذیر مجیدی کا بے باک قلم خوش بیانی اور ظرافت کے پردوں میں استعماری قوتوں سے بھی نبرد آزما رہا۔ آزاد دنیا کی سیر و سیاحت نے انہیں آزادی کی نعمتوں سے خوب آشنا کیا تھا۔ ہر باحمیّت شخص کی طرح وطن کی غلامی کا احساس ان کے لیے کسی کسک سے کم نہ تھا۔ جو دل و جان کو ہر وقت بے چین رکھتی۔ انگریزوں کے نسلی افتخار اور منافقانہ طرزِ عمل پر مبنی حکمت عملی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''فرنگی اللہ میاں کی حقیقی غلیق ہے اور ہندی سوتیلی غلیق وہ ابیض یہ اسود، یہ حسن وخوبی کی کان یہ عیوب کا پلندہ، اس لیے ہر ہندوستانی کا غلامی پر قانع رہنا اس کا قدرتی فریضہ ہے۔ آزادی کی دیوی ہندوستان کے غلام ابن غلام کے ہاتھ چھوکر ناپاک نہیں ہوسکتی۔ وہ یورپ میں پیدا ہوئی وہیں پلی اور سنبھلی۔ اسے دیس کا آب ودانہ موافق ہے۔ ہندوستان اس کا وطن نہیں۔ اس لیے اس کا یہاں گزر بھی ممکن نہیں۔ چرچل نے کہا کہ میرے نزدیک غلام صرف وہ ہیں جن کی آزادی کو ہٹلر جیسے ڈاکو نے لوٹا۔ جن کی آزادی کو انگریز نے سلب کیا وہ غلام ہماری ملکیت ہیں۔ فی الحال ہمارے اپنے غلاموں کا معاملہ درپیش نہیں بلکہ ان غلاموں کا ہے جو ہٹلر کی نازی بھٹی میں تازہ بتازہ تیار ہوئے ہیں۔ اور بے دست وپا ہٹلر کے رحم وکرم پر پڑے ہیں۔ لہٰذا برطانیہ دنیا بھر میں کمزور ممالک کا واحد معاون، مددگار اور روئے زمین کی آزادی کا اور امن کا نگہبان اور اجارہ دار ہے۔ ان کی حفاظت اور نگہبانی میں ہر ممکن ذریعہ استعمال کرے گا اور ہندوستانی کسی شمار وقطار میں کیوں آئے، اس کے ساتھ جو مواعید کیے جاچکے ہیں انہی کی پابندی کی جائے گی۔ لہٰذا ہر ہندوستانی چرچل کی درسگاہ میں کھڑا رہ کر وقت اور موقع کا انتظار کرے۔''

نثر کے ساتھ شاعری کا میدان بھی نذیر مجیدی کی دسترس میں تھا۔ تیکھا لہجہ اور برجستہ انداز ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ روزمرہ کے عام موضوعات ردیف اور قافیے کے پیمانوں میں سج کر دوآتشہ ہوجاتے تھے۔ وہی بے باکی اور بے ساختگی جو ان کی تحریروں میں نظر آتی ہے ان کی نظموں میں بھی موجود ہے۔ ایک نظم بعنوان ''لیڈری'' کے چند اشعار

جو لیڈری کی تمنا ہے تو چالبازی کر　　کسی سے مکر کسی سے بہانہ سازی کر
کسی پہ اپنی لیاقت کا رعب طاری کر　　کسی پہ طعن کسی کی گلہ طرازی کر
کبھی دکھا کسی تقریر دلپذیر کے رنگ　　کبھی زبانِ قلم سے کرشمہ سازی کر
کبھی لڑا کے الیکشن کسی کو غارت کر　　کسی سے ممبری کا عہدِ سرفرازی کر
تو آج جس کی حمایت میں گہر افشاں　　کل اس کی خوب خبر لے کے بے نیازی کر
غرض کہ لیڈری کر اور نام پیدا کر　　اور ان بہانوں سے اپنا طعام پیدا کر

نذیر مجیدی ایک طویل عرصہ تک یادِ خدا میں اپنی شوخیِ تحریر کے پھول کھلاتے رہے۔ ڈاکٹر عزیز علی سے ان کی دوستی ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہر دو صاحبانِ قلم نے چنیوٹ کی ٹھہری ہوئی زندگی میں فکر وعمل کے بہت سے بھنور پیدا کیے۔ ان کی زندگی خدمتِ خلق اور ترویج علم کا پرتو تھی۔ جس طرح ہفت روزہ یادِ خدا اور ڈاکٹر عزیز علی لازم وملزوم تھے اسی طرح یادِ خدا اور ''تلخ شیریں'' میں بھی چولی دامن کا ساتھ تھا۔ یہ اخبار اور کالم رفتہ رفتہ ان دونوں کی پہچان بن گئے۔ اس کا اظہار نذیر مجیدی اس طرح کرتے ہیں: ''جس طرح مولانا ظفر علی خان کو بعض ناواقف لوگ اخبار ''زمیندار'' کے مالک ہونے کی وجہ سے زمیندار کے نام سے اور مولانا غلام رسول مہر کو اخبار ''انقلاب'' کی وجہ سے انقلاب کے نام سے پکارتے ہیں۔ اسی طرح اب ڈاکٹر عزیز علی کو ''یادِ خدا'' کی وجہ سے یادِ خدا کا نام دے دیا گیا ہے اور بعض اجنبی لوگ جب آپس میں ان کے متعلق تذکرہ کرتے ہیں تو ہم نے اپنے کانوں سے یہ کہتے سنا ہے کہ ''یادِ خدا'' سائیکل پر سوار تحصیل

والی سڑک پر جارہا تھا'' '' آج مجمع میں یادِ خدا نے خوب تقریر کی بالکل اسی طرح جس طرح لاہور میں بعض لوگ مولانا غلام رسول مہر کو موٹر چلاتے ہوئے دیکھ کر کہا کرتے ہیں '' انقلاب موٹر خود چلاتا ہے ''

جب چنیوٹ سے والدِ محترم نے اخبار '' المنیر '' جاری کیا اور پھر اسے جھنگ لے گئے تو اس وقت راقم الحروف کی عمر تین چار سال کی ہوگی۔ جس طرح بعض احباب آج کل مجھے آتا دیکھ کر یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت '' تلخ وشیریں '' تشریف لارہے ہیں۔ جس طرح شاعر حضرات کا نام ڈوبنے اور تخلص ابھرنے لگتا ہے ہمارا بھی یہی حال ہے کہ ہمارے نام ڈوب رہے ہیں اور اخبار اور کالموں کے نام ابھر رہے ہیں۔

والدِ محترم کی تحریروں کا رُخ اگرچہ مقامی مسائل کی طرف زیادہ رہا۔ لیکن انہوں نے ملکی اور بین الاقوامی مسائل کو بھی اپنی تحریروں کا حصہ بنایا۔ ہندوستان کی دو سیاسی شخصیتوں میں جب سیاسی رقابت اپنے عروج پر تھی گاندھی اور سبھاس چندر بوس آمنے سامنے تھے تو اُن کی سیاسی اس رقابت کو طنز و مزاح کے لبادے میں آپ نے اس طرح پیش کیا۔

'' آج کل بنگال اور واردھا کے درمیان بڑے مزے کا رن پڑا ہوا ہے۔ گاندھی اور سبھاس چندر بوس میں زور آزمائیاں شروع ہیں۔ ایک طرف پرانا اور آزمودہ کار پہلوان ڈنڈ پیل رہا ہے، دوسری طرف بالکل جوان پٹھا مگدر ہلا ہلا کر اور گرز گھما گھما کر اسے مرعوب کرنا چاہتا ہے۔ ایک طرف تجربات کے داؤ پیچ چل رہے ہیں۔ دوسری طرف دستور اور اصول اور بات کا پاس خم ٹھونکے ہے۔ ایک طرف روحانی کمالات کے لپیٹوں میں پالیسی اور خالص ذاتی وقار کے استقلال کی تمنائیں جلوہ فرما ہیں، دوسری طرف جوشِ شباب کے ساتھ ساتھ خلوص و ایثار کا ادعا کارفرما ہے۔ ایک طرف فریبِ نظر کے لیے فقیر اور فقیر کی لنگوٹی ہے جس میں کسے خبر کیا کیا استادیاں پنہاں ہیں، دوسری طرف نام نہاد جوش، ولولہ ہے پردہ مصروفِ تگ و دو۔ یہ دونوں سیاسی گرو و چیلہ عوام کو رام کرنے کے لیے اپنی اپنی سحر طرازیوں میں مشغول ہیں۔ بنگال کا طفلِ مکتب واردھا کے استادِ کہنہ سال کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی انتہائی شوخیوں کو کام میں لائے گا۔ چنانچہ بنگال میں اس کے لیے فضا کو کافی حد تک سازگار بنایا جاچکا ہے۔ نہ معلوم اب دربارِ واردھا سے کیا احکام نافذ ہوتے ہیں اور دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔'' ع۔ اس کھیل میں تعینِ مراتب ہے ضروری

(اس دنگل میں بھی بظاہر تو گاندھی جی ہی کو فتح ہوئی جو انگریزوں کی ملی بھگت سے ساری عمر کاروبارِ سیاست چلاتے رہے اور محض عدم تشدد کے فلسفہ کی وجہ سے فلاسفر بن بیٹھے۔ جب کہ اصل حریف انگریزوں کے سبھاس چندر بوس ہی ثابت ہوئے۔ جو عدم تشدد کی بجائے تشدد کے حامی بن کر ملک بدر ہوئے اور آزاد ہند فوج کے بانی بن کے آسمان حُریّت کے درخشندہ ستارے کی صورت میں آج بھی جانے اور پہچانے جاتے ہیں۔)

جن دنوں ہفت روزہ یادِ خدا اپنی جرأت مندانہ حکمت عملی کے طفیل چنیوٹ کے مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بنا ہوا تھا ایک ہندو معاصر '' ہمدرد '' بھی منظر عام پر آ گیا۔ یادِ خدا کی مقبولیت سے بھنا کر ہندوؤں نے ۱۹۴۰ء میں یہ جریدہ نکالا۔ لیکن اس کا معیار یادِ خدا کی تحریروں تک نہ پہنچ سکا۔ ہر دو پرچوں میں اکثر ٹھنی رہتی۔ اپنے اپنے نکتہ نظر کے مطابق خوب کانٹے دار مضمون لکھے جاتے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے زورِ قلم بڑھ چڑھ کر استعمال ہوتا۔ اسی سلسلہ میں نذیر

مجیدی لکھتے ہیں: ”چنیوٹ سے کچھ عرصہ سے ہمدر کے نام سے ایک ماہوار پرچہ جاری ہے۔اس کے بانی ایک ہندو کاتب ہیں۔جنہیں پہلے پاٹنی جی کہا جاتا تھا مگر ایڈیٹری کے شوق نے انہیں ساحر بنا دیا۔اس رسالے کا نام ہمدرد ہے اور جس سبھا کی سرپرستی انہیں حال ہی میں حاصل ہوئی ہے اسے ہمدرد سبھا کہا جاتا ہے۔اس ایڈیٹر جو ماشاءاللہ سب ”سخن طراز“ قسم کے لوگ ہیں اپنے نام کے ساتھ ایک عدد تخلص بھی لکھنے کے عادی ہیں۔ تخلص اور صاحبِ تخلص میں جو روحانی ”ہندی اردو“ تعلق ہے اسے پڑھ کر ان حلاوتوں سے اپنے ادبی مذاق کو لطف اندوزی کا موقع پہنچایئے،امرناتھ ساحر (ایڈیٹر)، نہال چند چمن (چیف ایڈیٹر)، ہربنس لعل ملہوترہ (سابق جائنٹ ایڈیٹر ملاپ لاہور)، لالہ منوہر لعل شہید (مدیر اعزازی) غور طلب الفاظ مدیر اعزازی اور منوہر لعل کے شہید ہے۔رام جی داس فرحت (سیکنڈ ماسٹر)، جنک راج حاضق۔ان صاحب کا عہدہ عدم پتہ ہے۔قیاس ہے کہ لفظ حاذق عموماً طبیب لوگوں کی دم کے طور پر استعمال ہوتے دیکھا ہے۔شاید ڈاکٹر عزیز علی کے ڈاکٹر کے لفظ کے مقابلے کے لیے حاذق استعمال کیا گیا ہو، یا آپ ”حکیم جی“ بھی ہوں۔واللہ عالم والصواب

مندرجہ بالا عملہ کی فہرست پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ شعرا کرام تمام کے تمام ہندی نژاد ہیں مگر تخلص سب کے سب عربی فارسی سے مشتق ہیں۔تخلص کے انتخاب تک تو ان ہندی کی شیدائیوں کو عربی فارسی کے الفاظ سے خوف نہیں آتا مگر جب ایڈیٹر اور شاعر ہندی اور اردو کی ٹانگ توڑنے بیٹھتے ہیں تو عربی اور فارسی کے الفاظ اس تنگ دلی اور نفرت کا اظہار کرتے ہیں کہ عیاذاً باللہ۔مثلاً پہلے سے قاعدہ چلا آتا ہے کہ مضمون، افسانہ، غزل یا نظم کے مصنف کا نام درج کرتے وقت لفظ از استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر معاصر ہمدرد نے اس کی جگہ ”لیکھک“ لکھنا شروع کر دیا ہے۔لفظ ”استانی“ عام لفظ ہے مگر بجائے استانی لفظ ”اَدھیا پکہ“ کا استعمال شروع ہے اور ہیڈ معلّمہ کو ”ہیڈ اَدھیا پکہ“ کہا جاتا ہے۔یہ لفظ اس قدر ثقیل ہے کہ زبان پٹخیاں کھانے لگتی ہے۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ چار شہسوار بڑی شان وشوکت سے گھوڑوں پر سفر کر رہے تھے۔کہ ایک شہر سے گزر ہوا۔ دروازے کا چوکیدار ان کی شاہانہ ٹھاٹھ سے مرعوب ہو کر مزاحم نہ ہوا۔اسی اثنا میں ایک اور مسافر جو گدھے پر سوار تھا آن پہنچا، چوکیدار نے اسے روک کر پوچھا تم کون ہے۔اس نے بھی شہسواروں کے طمطراق کو قائم رکھتے ہوئے جواب دیا کہ میں پانچواں سوار ہوں، یہی حال ”ہمدرد“ کا ہے یہ بھی سواروں میں پانچواں ہے، ہر معاملہ میں ناٹگ اڑانا اس کا شیوہ ہے۔ ہر معاملہ کو فرقہ وارانہ عینک سے دیکھے گا اور خواہ مخواہ اپنی تنگ دلی اور کم ظرفی کا ثبوت دینے کے لیے فرقہ پرستی کا رنگ دے کر بات کا پتنگڑ بناتے نہ شرمائے گا۔(۲۵/جولائی،۱۹۴۱ء)

اس معاصرانہ جنگ کا یہیں اختتام نہیں ہوتا بلکہ مدیر ہمدرد کا محاسبہ کرتے ہوئے ان کے شوق کتابت سے لے کر ہمدرد سے وابستگی تک کو موضوع سخن بناتے ہوئے لکھتے ہیں: ”کاتبوں کی کئی قسمیں ہیں۔بعض شرگیں رقم، بعض رنگیں رقم تو بعض زریں رقم۔آخری قسم کا تبان ذرا خطرناک قسم ہے کیونکہ انہیں ذریں رقم طرازی کے ساتھ ساتھ الفاظ میں اپنی قوتِ دستبرد کی جولانیاں دکھانے کی بھی لت ہوتی ہے۔چونکہ عموماً ان کا فرضِ منصبی لکھنا ہوتا ہے لہٰذا لڑکپن میں انہیں صرف اس بات کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔پڑھنے کے لیے نہ ان کو وقت ملتا ہے اور نہ یہ اس کی پرواہ کرتے ہیں۔کتابت کے دوران میں یوں قلم بدست ہو کر بیٹھتے ہیں گویا میدانِ کارزار میں سپاہی خنجر بکف ہو......مکھی پر مکھی مارنے کی انہیں بہت مشق ہوتی

ہے اور سنا ہے کہ ان کے پس یہ استادی ٹوٹکہ بھی موجود ہے کہ جو لفظ نہ پڑھا جائے اس کو پڑھنے کی کوشش میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنے ذہنِ رسا سے کام لے کر اسی شکل وصورت کا کوئی اور حرف جڑ دینا عین کامیابی اور زریں رقمی ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ ٹوٹکہ سینہ بہ سینہ اس گروہ میں محفوظ چلا آتا ہے۔ مثلاً اگر لفظ ''امت'' شکستہ لکھا ہوا اور پڑھنے میں ذرا دقت محسوس ہوتی تو جھٹ اسے بیک کششِ قلم ''آفت'' لکھ دیں گے۔ اسی طرح ''اخبار'' کو ''اغیار'' ''واچ'' کو ''ازواج'' ''دلیر'' کو ''دلبر'' ''عدالت'' کو ''عورت'' ''یتیم'' کو ''تیمّم'' وغیرہ وغیرہ۔

بعض اوقات ان کی یہ حرکت بے حد مضحکہ خیز ہوا کرتی ہے کاتب اگر صرف کاتب ہی ہو تو خیر سلاّ۔ خدا بچائے اگر کاتب کو ایڈیٹری کا شوق چرائے اور وہ ایک عدد اخبار بھی جاری کر دے اور ''ضرورت ایجاد کی ماں'' کے مصداق اپنے نام کے ساتھ زریں رقم لکھتے لکھتے ''ساحر'' ''باہر'' ''ظاہر'' کے دم چھلے لگا کر شاعر بن جائے تو پھر اس کا وہی حشر ہوتا ہے۔ جو گنجے کو ناخن مل جانے سے ہوا کرتا ہے۔ اگر باور نہ آئے تو ''ہمدرد'' کے ''پاٹنی'' جی سے استفسار کر لیں۔''

پنجاب کے وزیرِ ترقیات و مالیات سر چھوٹو رام نے زمینداروں اور کسانوں کے لیے جو خدمات سرانجام دیں اور جس طرح انہیں سود اور بیاج کے عفریت سے نجات دلائی اس کی بنا پر پنجاب بھر میں انہیں قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ انہوں نے پنجاب اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر کسی مردِ آہن کی طرح زمینداروں کی حمایت میں کانگریسی اور مہا سبھائی ممبران اسمبلی کا جس طرح مقابلہ کیا وہ پنجاب کی پارلیمانی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سر چھوٹو رام نے چنیوٹ کا دورہ کیا تو اہلیان چنیوٹ نے ان کے استقبال میں دیدہ و دل فرش راہ کر دیے اور نذیر مجیدی مدیر معاون یادِ خدا نے غریب دہقانوں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ان الفاظ سے ان کا خیر مقدم کیا۔

خدا کے لطف و کرم کا پیام آیا ہے — یہ خوب ساقیٔ محشر خرام آیا ہے
نوائے عیش لیے فیضِ عام آیا ہے — کہ جس کے آتے ہی گردش میں جام آیا ہے
وزیر مال سا عالی مقام آیا ہے — زہے نصیب کہ سر چھوٹو رام آیا ہے
میرے وطن کی زمیں آج گل بداماں ہے — ہر ایک فرطِ مسرت سے آج شاداں ہے
جدھر نگاہ اٹھاؤ خوشی کا ساماں ہے — پیام عیش زمانے کے نام آیا ہے
زہے نصیب کہ سر چھوٹو رام آیا ہے — زہے نصیب کہ دہقاں کا غمگسار آیا ہے
یہ بن کے قوم کا اک ننگ و نام آیا ہے — وزیر مال سا عالی مقام آیا ہے
زہے نصیب کہ سر چھوٹو رام آیا ہے

جب والد صاحب سر چھوٹو رام کی چنیوٹ آمد کے موقع پر چنیوٹ سرکٹ ہاؤس میں منعقدہ ایک تقریب میں نظم پڑھ رہے تو میں ان کے ساتھ سٹیج پر بیٹھا لوگوں کے خوش کن تاثرات سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ سر چھوٹو رام واقعی قد میں چھوٹے اور رنگ کے بھی قدرے سیاہ ہی تھے لیکن اپنی خوبیوں کے اعتبار سے بڑے عظیم اور دراز قامت تھے۔ کہ لوگ ان کے کارناموں کی وجہ سے بلاامتیازِ رنگ و نسل مذہب وملت اپنی آنکھوں پر بٹھاتے تھے۔

یادِ خدا میں ایک کالم یہ بھی چھپا جو نذرِ قارئین کرنا ان سیاسی حالات میں خصوصی طور پر بہت ضروری ہے۔

''مجلس احرارِ اسلام ہندوستان میں حکومت الٰہیہ یعنی قرآنی حکومت اور قرآنی نظم ونسق کو جاری کیے جانے کی علمبردار ہے۔ خاکسار تحریک اور اس کا بانی علامہ مشرقی غلبہ اسلام کا مدعی ہے۔ مسلم لیگ پاکستان کا مطالبہ کررہی ہے۔ ہماری رائے میں ان تینوں مطالبات میں لفظی ہیر پھیر کے سوا کوئی خاص فرق نہیں اور تینوں کا مقصد ایک ہے ہم مجلس احرارِ اسلام اور تحریکِ خاکسار اور اس کے بانی کو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر وہ فی الحقیقت ایمانداری کے ساتھ قرآنی حکومت کے قیام اور غلبۂ اسلام کے متمنی ہیں تو انہیں اس وقت مسلم لیگ کی مخالفت کرنے کی بجائے دل وجان سے اس کی حمایت کرنی چاہیے کہ مسلم لیگ کا مطالبۂ پاکستان غیر مسلم اور انگریز مجبور ہو جائیں۔

جب یہ مطالبہ تسلیم کر لیا جائے گا تو اس وقت کوئی مسلمان قرآنی حکومت (حکومت الٰہیہ) کے قیام اور غلبۂ اسلام کا منکر ہونے کی اگر جرأت کرے گا تو خواہ وہ مسلم لیگی ہو، منہ کی کھائے گا اور مسلم عوام، مجلس احرارِ اسلام اور خاکسار تحریک کے مطالبات قرآنی حکومت (حکومت الٰہیہ) کے قیام اور غلبۂ اسلام کی ہی تائید کریں گے اب بھی وقت ہے کہ ''صبح کا بھولا ہوا شام کو گھر آئے تو وہ بھولا نہیں ہوتا'' کے مصداق مسلم لیگ کے مخالفین مسلم لیگ کی مخالفت چھوڑ کر مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کو غیر مسلم اور انگریز سے منوانے میں مسلم لیگ کا ساتھ دیں۔''

اس تحریر پر میرا تبصرہ فقط میرے ہی دو شعروں میں مضمر ہے کہ زیادہ تحریر کرنے سے کیا فائدہ۔ صورت حال اب کھل کر سامنے آچکی ہے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں رہی کہ تبصرے کی محتاج ہو۔

لے گئے لوٹ کے گھر بار محافظ میرے
رہ گیا خوف فقط میرے مکاں میں رکھا
ہوئی تنویرِ سحر آنکھ کا دھوکا خالد
شہرِ حسرت ہے میرے کاسۂ جاں میں رکھا

ایک دفعہ ڈاکٹر عزیز علی کے بڑے بیٹے ڈاکٹر سرفراز علی والدِ محرم کا ویڈیو انٹرویو ریکارڈ کر رہے تھے تو انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا تھا۔

سوال تھا: سنا ہے چچا جان آپ پاکستان کے خلاف تھے؟

جواب تھا: ''نہیں بیٹا ہم پاکستان کے مخالف نہیں تھے ہم نے تو فقط پاکستان بنانے والوں پر عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا کہ ان سے یہ پاکستان نہیں بن پائے گا۔ جو یہ بیان کرتے ہیں۔ ہمارا یہ عدم اعتماد وقت کے جج نے سچ کر دکھایا کہ وقت سب سے بڑا جج ہوتا ہے اور وقت جو بھی فیصلہ کرتا ہے درست ہوتا ہے۔''

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں
اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی گئی

(جاری ہے)

علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ

سید محمد کفیل بخاری☆

امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اصحاب و ازواجِ رسول علیہم الرضوان کے مقام و منصب اور ناموس کے تحفظ کے لیے جاں نثاروں اور فدا کاروں کا ایک قافلۂ سخت جاں ترتیب دیا تھا۔ علی شیر اُسی قافلۂ حق، سپاہِ صحابہ کا پانچواں سپہ سالار تھا۔

میری اُن سے چند ہی ملاقاتیں ہیں جو یادگار بھی ہیں اور ناقابلِ فراموش بھی۔ میں نے اپنی چالیس سالہ تحریکی زندگی کے سفر میں کئی رہنماؤں کو دیکھا اور سنا۔ اُن میں سے بعض شخصیتوں کے دوہرے رُخ نے بہت مایوس کیا۔ خود ساختہ تقدس اور تصنع کے پردوں میں زیادہ دیر چھپا نہیں جا سکتا۔ لیکن جن شخصیتوں کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے اور زبان دل کی رفیق ہوتی ہے اُن کا نقشِ اوّل، نقشِ لافانی ہوتا ہے۔ علامہ علی شیر حیدری شہید انھی میں سے ایک تھے۔

وہ خالصتاً علمی مزاج رکھنے والے ایک عالم باعمل، درویش خدا مست، منفرد خطیب، جری اور بہادر اور ناموسِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دفاع کے لیے بے جگری سے لڑنے والے ایک عظیم مجاہد تھے۔ وہ سپاہی بھی تھے اور سپہ سالار بھی۔ قائد و رہنما بھی تھے اور پیکرِ ایثار کارکن بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا۔

میں نے جب انھیں پہلی مرتبہ دیکھا تو اُن کا تعارف نہیں تھا۔ وہ اپنے کارکنوں میں یوں گھلے ملے ہوئے تھے کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ جب وہ کارکنوں سے ہم کلام ہوئے اور سب اُن کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ پہچانے گئے۔ یہ ایک نجی محفل تھی۔ وہ بول رہے تھے، سوالات کے جوابات نہایت تحمل سے دے رہے تھے اور علم کی روشنی سے ماحول بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ محویت کا یہ عالم تھا کہ ہر شخص ہمہ تن گوش تھا۔

دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ ابنِ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے دارِ بنی ہاشم ملتان تشریف لائے۔ یہ جون ۱۹۹۹ء کی ایک شام تھی۔ حضرت شاہ جی شدید علیل تھے اور یہ اُن کا مرض الوفات تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ نمازِ مغرب کے بعد وہ تشریف لائے۔ حضرت شاہ جی پاؤں لٹکائے چارپائی پر بیٹھے تھے کہ اچانک حسین و جمیل اور وجیہہ شکل و صورت کا ایک جوانِ رعنا زمین پر ہی اُن کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔

☆نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

اپنے دونوں ہاتھ شاہ جی کے گھٹنوں پر رکھے اور نظر اُن کے چہرے پر جماتے ہوئے گویا ہوا...... ''فقیر علی شیر حیدری''...... شاہ جی نے اُن کے ہاتھوں کو پکڑ کر اٹھانے کی بہت کوشش کی کہ وہ چار پائی پر تشریف رکھیں مگر علی شیر کہہ رہے تھے:

''شاہ جی! آپ ہمارے مخدوم ہیں میری جگہ آپ کے قدموں میں ہے۔ آپ کے والد حضرت امیر شریعتؒ آپ کے بڑے بھائی حضرت ابوذر بخاریؒ اور آپ سے ہم نے دفاع و مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سبق سیکھا۔ میرے پیش رو مولانا حق نواز شہید، مولانا ایثار القاسمی شہید، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید اور مولانا اعظم طارق شہید (تب مولانا اعظم طارق حیات تھے) سب آپ کے خاندان کے مدّاح تھے۔ میں بھی سادات کا محبّ اور خانوادہ امیر شریعت کا خوشہ چین ہوں۔ اُسی راہِ حق کا مسافر اور شہادت کا طلبگار ہوں جس پر چلتے ہوئے میرے رفقاء صحابہ کی آبرو پر قربان ہوگئے۔''

علی شیر کی آنکھوں میں حُبِ رسول اور حُبِ ازواج واصحابِ رسول علیہم الرضوان کی ایمانی چمک تھی۔ سرخ وسفید چہرہ نور ایمان سے روشن تھا، لبوں پر دلنواز تبسم اور کشادہ پیشانی پر شب کی خلوتوں میں سجدہ ہائے اخلاص کے نشانات تھے۔ وہ دیر تک شاہ جی کے چہرے کو دیکھتے رہے پھر اُن کی آنکھوں سے محبت وخلوص کے چشمے رواں ہوگئے۔ وہ شاہ جی کی گرتی ہوئی صحت کو دیکھ کر بہت غم زدہ ہوئے اور پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا۔ شاہ جی نے اُنھیں اٹھایا اور اپنے ساتھ بٹھالیا۔ پھر گفتگو شروع ہوگئی۔

☆ مقام ومنصبِ صحابہ رضی اللہ عنہم، قرآن وحدیث میں
☆ مُشاجراتِ صحابہ میں اہل سنت کا مؤقف ومسلک
☆ قرآن وحدیث کے مقابلے میں تاریخ کو مستند قرار دینے کی سازش
☆ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر تاریخ کی مکذوبہ روایات کی بنیاد پر صحابہ پر تنقید
☆ قصہ گو اور کہانی باز واعظوں کی جہالتوں سے عامۃ المسلمین کے نقصانات

ایسے کئی عنوانات اور موضوعات تھے جن پر گفتگو ہوتی رہی۔ علی شیر سوالات کرتے اور شاہ جی جوابات دیتے۔ اس وقت علامہ ابنِ تیمیہ کی ایک کتاب (''مختصر فتاویٰ'') شاہ جی کے سرہانے رکھی تھی۔ اس میں سے مختلف مقامات شاہ جی نے علامہ علی شیر کو دکھائے۔ بعض صفحات علامہ شہید نے فوٹو کاپی بھی کرائے۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور حوصلہ بھی ملا کہ تصنع، تقدس اور شخصیت سازی کے اس مکروہ ماحول میں علی شیر جیسا عالم بھی ہے جو قصہ گوئی اور کہانی سازی سے کوسوں دور ہے۔ وہ علم وتحقیق کے میدان کا شناور ہے۔ علم نے اُسے حلم سے آشنا کردیا۔ حوصلے وصبر سے ہمکنار کردیا اور جہد وایثار میں بے پناہ کردیا۔ وہ شاہ جی سے مل کر رخصت ہونے لگے تو شاہ جی کی آنکھوں سے بھی آنسوؤں کے موتی برسنے لگے۔ جو رخساروں سے لڑھکتے ہوئے اُن کے دامن میں جمع ہو رہے تھے

ہو رہے تھے۔ یہی وہ خلوص ہے جسے محبت کی جمع پونجی کہا جاتا ہے۔

۶ ستمبر کو ہر سال لاہور میں سپاہ صحابہ کی عظیم الشان کانفرنس ہوا کرتی تھی۔ متعدد بار مجھے بھی وہاں خطاب کی سعادت ملی۔ ایک مرتبہ اسی کانفرنس میں حاضر ہوا تو نعرے گونج رہے تھے ''آیا آیا شیر آیا'' میں سوچ رہا تھا کہ

کس شیر کی آمد ہے کہ رَن کانپ رہا ہے

اور چند لمحوں بعد علی شیر آ گیا۔ پھر شیر دھاڑا، خوب گرجا اور برسا۔ اس نے اپنے سوز دروں اور شعلہ بیانی سے دشمنانِ صحابہ کے خرمنِ باطل کو پھونک ڈالا اور اُن پناہ گاہوں کو خاکستر کر دیا جہاں سبائی منافق چھپ کر سازشیں کرتے۔

علامہ علی شیر حیدری سے آخری ملاقات ایک سفر میں اس وقت ہوئی جب وہاڑی سے ملتان آتے ہوئے سڑک کے کنارے ایک پٹرول پمپ پر ہم رُکے تو سامنے کھڑی ایک گاڑی سے نکل کر وہ میری طرف بڑھے۔ حلیہ کچھ ایسا تھا کہ میں پہلی نظر میں پہچان نہ سکا، پولیس اُن کے تعاقب میں تھی اور انھیں بہر صورت اپنی منزل پہ پہنچنا تھا۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ معانقہ کریں تو دوسرے کا سینہ خالی کر دیتے ہیں لیکن علی شیر نے جس خلوص سے معانقہ و مصافحہ کیا میرے دل و دماغ کو اُنس و محبت سے بھر دیا۔

۱۷ راگست ۲۰۰۹ء کو علی شیر بھی قافلۂ شہداء سے جاملا۔ وہ عظمتِ صحابہ کے گیت گاتا، ناموسِ صحابہ کے ترانے سناتا اور کردارِ صحابہ کے علم لہراتا خون میں نہا کر اپنے رب کے حضور حاضر ہو گیا۔

آہ! کیا انسان تھا۔ جو اماں عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی عزت و عصمت پر قربان ہو گیا۔ سچے بیٹے ماؤں کی حرمت پر یوں ہی فدا ہوتے ہیں۔ تاریخ اُن کی فداکاری اور وفاداری پر ہمیشہ ناز کرے گی۔ علی شیر کی حق گوئی اور فداکاری پر امہات المؤمنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ارواح کتنی خوش ہوئی ہوں گی۔ صحابہ کی پاکیزہ ارواح نے علامہ علی شیر شہید کا استقبال کیا ہوگا۔ وہ قبر میں بھی پُرسکون نیند سو رہے ہوں گے اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ خلفاء راشدین، امہات المؤمنین، بناتِ طاہرات اور تمام صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے روحانی بیٹے علی شیر شہید کی مغفرت کی سفارش کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے اِس صالح بندے کو جنت کے انعامات سے نوازیں گے۔ (ان شاء اللہ)

اللہ تعالیٰ نژادِ نو کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دفاع و مدحِ صحابہ کے مشن کے علم برداروں کو علامہ علی شیر حیدری شہید رحمۃ اللہ علیہ کا سوزِ دروں، عزم و ہمت، استقلال و استقامت، صبر و وفا اور شوقِ جہدِ مبین عطا فرمائے (آمین)

قادیانیوں کے مغالطے

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

حال ہی میں قادیانیوں نے اپنے ارتداد کی تبلیغ از سرِ نو کرنا شروع کی ہے اور اس مقصد کے لیے ایک نجی ٹی وی چینل پر بے حد مغالطہ آمیز گفتگو بھی کی گئی ہے اس گفتگو کے جواب میں اسی چینل سے اگرچہ علما کرام کی گفتگو بھی نشر کی گئی ہے تاہم اس کا فائدہ محدود ہے لیکن قادیانی مغالطے دینے میں ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ احمدیہ ٹی وی، قادیانی اخبارات و رسائل اور ویب سائٹس کے ذریعہ ان مغالطوں کو بہت زیادہ پھیلایا جاتا ہے۔ اس صورت حال کی سنگینی محسوس کرتے ہوئے بعض محترم احباب نے احقر کو ان مغالطوں کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ ان احباب کے حکم کی تعمیل میں یہ سطور پیش خدمت ہیں اللہ تعالیٰ اسے قادیانیوں اور ان کے دام میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنادے۔ آمین

قادیانیوں کا پہلا مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانیوں کا پہلا مغالطہ یہ ہے کہ وہ ناواقف مسلمانوں کے سامنے مرزا قادیانی کو ایک مجدد اور مصلح کے روپ میں پیش کرتے ہیں اور اس کے دعویٰ نبوت کو چھپاتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب نبی تھے؟ تو جواب ملتا ہے مسیح موعود تھے۔ اگر پوچھا جائے تو کہ مرزا صاحب مسیح موعود تھے تو جواب ملتا ہے کہ وہ مہدی تھے۔ اور اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو صرف مجدد اور مصلح مانے تو اسے محسوس یا غیر محسوس انداز میں مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت، مہدویت و نبوت کی تبلیغ کی جاتی ہے یہ صورت حال شتر مرغ کے مشابہ ہے جس کہا گیا کہ اگر تو پرندہ ہے تو اڑتا کیوں نہیں؟ اس نے کہا میں جانور ہوں۔ کہنے والے نے کہا کہ اگر تو جانور ہے تو بوجھ اٹھا کر اس نے جواب دیا کہ میں پرندہ ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بے شمار دعوے کیے، محدّث و مجدد ہونے کا ابتدائی دعویٰ کیا۔ پھر امام مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور آخر کار ۱۹۰۱ء میں واضح الفاظ میں لکھ دیا:

''حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ۔'' (روحانی خزائن، جلد ۱۸، صفحہ ۲۰۶)

لیکن تماشا یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے ہر اقرار کا انکار اور ہر انکار کا اقرار کیا جیسا کہ مرزا غلام احمد کا برادر نسبتی ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل اعتراف کرتا ہے:

''حضور (یعنی مرزا قادیانی) ایک جگہ فرماتے ہیں کہ مسیح ناصری زندہ ہیں پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسیح ناصری آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے اور پھر فرماتے ہیں کہ وہ ہرگز آسمان سے نازل نہیں ہوں گے۔ پھر کہتے ہیں کہ مسیح اور مہدی دو شخص ہوں گے پھر فرماتے ہیں کہ ہرگز نہیں مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہے کبھی فرماتے ہیں کہ مہدی تو بنی فاطمہ سے ہوگا پھر کہتے ہیں کہ میں ہی مہدی ہوں۔ کبھی فرماتے ہیں کہ مجھے عیسیٰ سے کیا نسبت وہ عظیم

الشان نبی ہے اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں مسیح ناصری سے ہر طرح سے افضل اور ہر شان میں بڑھ کر ہوں، کہیں فرماتے ہیں کہ میں نبی نہیں ہوں صرف مجدد اور محدث ہوں ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم نبی اور رسول ہیں اس طرح فرماتے ہیں کہ میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا، پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ میرا منکر کافر ہے۔ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز بھی پڑھتے رہے پھر حرام بھی فرمادیں، ان سے رشتے ناطے بھی کیے پھر منع بھی کر دیا۔ متوفیک کے معنیٰ کیے کہ پوری نعمت دوں گا پھر کہا کہ ہزار روپیہ انعام اگر سوائے موت کے کوئی اور معنیٰ ثابت ہوں۔ فرماتے تھے کہ ایک نبی دوسرے کا متبع نہیں ہوتا ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کسی نبی کے لیے ضروری نہیں کہ وہ کسی دوسرے نبی کا متبع نہ ہو۔ ایک کتاب میں نبی کی تعریف اور کی ہے دوسری اس کی کچھ مخالفت کی ہے۔

کبھی کہا کہ میں تو مسیح کا صرف مثیل ہوں وہ خود بھی آئے گا پھر کہا کہ میں ہی مسیح ہوں اور کوئی نہیں آئے گا۔ غرض حضور کی تصانیت میں دس حوالے اگر آپ ایک طرح کے دکھا سکتے ہیں تو سو ہم دوسری طرح کے۔ (ماہنامہ الفرقان (ربوہ) چناب نگر، مسیح موعود نمبر: مئی، جون ۱۹۶۵ء)

ڈاکٹر اسماعیل قادیانی کے اس طویل اقتباس سے دو باتیں واضح ہوئیں۔

۱۔ علما مرزا کے مختلف دعوے جو بیان کرتے ہیں وہ سو فیصد مبنی بر حقیقت ہیں۔

۲۔ مرزا قادیانی اپنے متضاد دعووں میں لوگوں کو بے وقوف بنایا۔ دعویٰ نبوت کیا تو اس میں کوئی ایک مؤقف اختیار نہ کیا، ظلی نبی، بروزی نبی، حقیقی نبی، مجازی نبی، تشریعی نبی، صاحب شریعت نبی ہونے کے دعوے مختلف تحریروں میں موجود ہیں۔ جس میں سے پہلے چار دعوے ایسے ہیں کہ قرآن وحدیث اور اسلامی لٹریچر میں ان اصطلاحات کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ ان متضاد دعووں کی وجہ سے لاہوری گروپ کو اپنے پاؤں جمانے کا موقعہ ملا۔ مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا قادیانی کے انکار نبوت پر اور مرزا بشیر الدین محمود نے اثبات نبوت پر اپنی تصانیف میں بیسیوں حوالے مرزا قادیانی کی تحریروں کے دیے ہیں۔ یہ نبوت نہیں گورکھ دھندا ہے ایک معمہ ہے۔ جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ مرزا قادیانی کے تصادرت ملاحظہ کرنے کے بعد تضاد بیانی کے متعلق اس کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ (ست بچن ۳۱، روحانی خزائن جلد ۱۰، صفحہ ۱۴۳)

۲۔ نبی اور فلسفی میں یہ فرق ہے کہ فلسفی کے کلام میں تضاد ہوتا ہے اور نبی کے کلام تضاد نہیں ہوتا۔

(لجتہ النور صفحہ ۵۳، روحانی خزائن، جلد ۱۶، صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰)

واضح رہے کہ یہ دونوں فتوے مرزا قادیانی کے اپنے تحریر کردہ ہیں۔ قادیانی حضرات اگر ایک طرف مرزا قادیانی کے تضادات کو دیکھیں اور دوسری طرف فتووں کو کھلے دماغ سے پڑھیں تو وہ یقیناً راہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی پاگل ہے یا منافق۔

قادیانیوں کا دوسرا مغالطہ اور اس کا جواب:

دوسرا قادیانی مغالطہ یہ ہے کہ وہ بکثرت مرزا قادیانی کی ایسی تحریریں چھاپتے ہیں اور پڑھ کر سناتے ہیں جن میں اس نے حضور علیہ السلام اور مرزا قادیانی میں (خاکم بدھن) وہ کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔　پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ قریب ہی یہ وحی اللہ ہے **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ** اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ۴، روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۰۷)

۲۔　خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سیف کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۰، روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۱۲)

۳۔　**من فرّق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفنی و ما رأی** جس نے مجھ میں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق کیا اس نے مجھے نہیں پہچانا اور نہیں دیکھا۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱، روحانی خزائن جلد ۱۶، صفحہ ۲۵۹)

۴۔　ظلی نبوت نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۱۳، از مرزا بشیر احمد ایم اے)

۵۔　تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالیٰ نے پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتارا تا کہ اپنے وعدہ کو پورا کرے جو اس نے **آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ** میں فرمایا تھا۔ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۰۵، از مرزا بشیر احمد ایم اے)

۶۔　ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ خود کہتا ہے **صار وجودی وجودہ نیز من فرق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفینی و ما رأی**. اور یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور خاتم النبیین کو دنیا میں مبعوث کرے گا جیسا کہ آیت آخرین منہم سے ظاہر ہے پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے اس لیے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں ہاں اگر محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔ (کلمۃ الفصل صفحہ ۱۵۸، از مرزا بشیر احمد ایم اے)

ان حوالہ جات سے قادیانی غبارہ سے ہوا نکل جاتی ہے کہ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت مدح کرتے ہیں اور مرزا صاحب نے بھی اپنی تصانیف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کی ہے۔

قادیانیوں کا تیسرا مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانیوں کا تیسرا مغالطہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں ہر طبقہ کے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ موجود ہیں۔ علما جو مرزا صاحب اور قادیانیت کی کمزوریاں بیان کرتے ہیں اگر واقعی ہوئیں تو یہ لوگ قادیانیت چھوڑ دیتے۔ اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونا اور چیز ہے۔ راہ ہدایت پانا اور چیز ہے۔ کوئی ضروری نہیں کہ تعلیم یافتہ لوگ راہ ہدایت پا جائیں۔ وہ گمراہ بھی ہوتے ہیں۔ ماضی قریب میں انڈیا کا ایک سابقہ صدر مسٹر ڈیسائی اپنا پیشاب پیا کرتا تھا کیا وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھا؟

ہندوؤں کا ایک فرقہ انسانی شرمگاہ کو معبود سمجھتا ہے ہندو اور دیگر مذاہب باطلہ کے لوگ اپنے ہاتھ سے بت تراشتے ہیں اور پھر انہیں خدا سمجھ کر پوجتے ہیں۔ ہندو گائے کو پوجتے ہیں کیا یہ سب فاتر العقل ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ انسان جب گمراہ ہوتا ہے تو اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ اس کی اعلیٰ انگریزی تعلیم اس کے کام نہیں آتی۔ جب دلوں پر کفر وضلالت کے پردے پڑ جائیں تو اسے ہدایت گمراہی، روشنی اندھیرا، عقل بے عقلی کی صورت معلوم ہونے لگتی ہے اور اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔

ساون کے اندھے کو ہر سویرا نظر آتا ہے　　　مجنوں نظر آتی ہے ، لیلیٰ نظر آتا ہے

قرآن مجید سے سابقہ قوموں اور قریش مکہ کے حالات پڑھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سب کا فر خود کفر وضلالت و جہالت کی اتھاہ گمراہیوں میں مبتلا تھے لیکن اپنی غلطیوں کا احساس کرنے کے بجائے الٹا انبیا کرام اور ان کے ماننے والوں پر سحر، جنون کم عقلی وغیرہ کا الزام لگاتے تھے۔اس لیے اگر اعلیٰ تعلیم یافتہ قادیانیوں کے دل ودماغ پر پردے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ثانیاً　　ضروری نہیں کہ سب قادیانی قادنیت کی حقیقت سے بے خبر ہوں بیسیوں ایسے قادیانی ہیں جو اپنی معاشی و معاشرتی زنجیروں کو توڑنے سے قاصر ہیں وہ آخرت بنانے کے لیے دنیا خراب کرنے، رشتہ داریاں اور مالی مفادات چھوڑنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔وہ انجمن احمدیہ کے شکنجہ میں بری طرح کسے ہوئے ہیں کہ چوں چرا نہیں کر سکتے۔

ثالثاً　　جو قادیانی حوصلہ منداور دیدہ بینا دل بیدار کے مالک تھے وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نہ صرف تائب ہوئے بلکہ متعدد حضرات نے اپنی زندگیاں تردید قادیانیت کے لیے وقف کر دی تھیں۔قادیانیت چھوڑنے والوں کی فہرست طویل ہے چند اہم نام ملاحظہ فرمائیں۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی، میر عباس علی، مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی، عبدالکریم مباہلہ، حسن محمود عودہ، شیخ راحیل مرحوم (جرمنی)، علی مظفر (جرمنی) وغیرہ

قادیانیوں کا چوتھا مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانی چوتھا مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ ہم مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں۔احمدیت دین اسلام سے متصادم نہیں ہے۔ یورپ وافریقہ میں یہ مغالطہ بہت زیادہ پھیلایا گیا ہے۔اس کے جواب میں درج ذیل نکات پر غور فرمائیں:

۱۔　　مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی انسان کے جسم میں حلول نہیں کرتا لیکن مرزا نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کیا کہ خدا مجھ میں حلول کیا۔(روحانی خزائن جلد۱۳، صفحہ۱۰۲)

۲۔　　مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ جل شانہ کو کسی مادی چیز سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی لیکن مرزا قادیانی نے اللہ جل شانہ کو (نعوذ باللہ)

تیندوے سے تشبیہ دی۔(روحانی خزائن جلد۳، صفحہ۹۰)

چوروں سے تشبیہ دی۔(روحانی خزائن جلد۲۰، صفحہ۳۹۶)

اپنے آپ سے تشبیہ دی۔(روحانی خزائن جلد۱۷، صفحہ۴۱۳)

پاک ہے اللہ تشبیہ سے اس کے برعکس مرزا قادیانی نے کہا کہ مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے۔

انت منی بمنزلۃ اولادی . تو میرے لیے میری اولاد کے درجہ میں ہے(تذکرہ صفحہ ۳۲۵، ۳۲۶ طبع چہارم)

یا شمس یا قمر انت منی و انا منک. اے سورج اے چاند تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں(تذکرہ ۵۴۱، طبع چہارم)

انت منی بمنزلۃ ولدی. تو میرے لیے میرے بیٹے کے درجہ میں ہے(تذکرہ ۴۴۲، طبع چہارم)

انت من ماء نا وھم من فشل. تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ بزدلی سے(تذکرہ ۱۶۴، ۳۰۹ طبع چہارم)

۳۔　　مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی انسان خدا نہیں بن سکتا۔نہ حقیقت میں نہ ہی کشف میں دیکھا کہ میں خدا ہوں

اور یقین کرلیا کہ وہی ہوں۔(روحانی خزائن جلد۱۳، صفحہ۱۰۳)

اپنے بیٹے کے متعلق کہا کہ وہ پیدا ہوگا گویا خدا آسمان سے اترے گا۔(روحانی خزائن جلد۳، صفحہ۱۸۰)

مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے غلطی صادر نہیں ہوسکتی لیکن مرزا کے نزدیک ایسا ممکن ہے۔(روحانی خزائن جلد۲۲، صفحہ۱۰۶)

مسلمانوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، جاگنے، سونے کی کیفیات سے پاک ہے لیکن مرزا کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر یہ کیفیات طاری ہوتی ہیں۔(روحانی خزائن جلد۲۲، صفحہ۱۰۷)

مسلمانوں کے نزدیک یہ صرف اللہ جل شانہ کی شان ہے کہ وہ جس کام کا ارادہ کرتے ہیں وہ فوراً واقع ہوجاتا ہے لیکن مرزا کہتا ہے کہ یہ میری شان ہے۔(روحانی خزائن جلد۲۲، صفحہ۱۰۸)

۴۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کسی بھی نبی کی توہین کرنا کفر ہے۔مرزا قادیانی نے انبیاء کرام کا نام لے لے کر توہین کی۔چنانچہ لکھا:(طوالت کی وجہ سے عبارتیں چھوڑ دی گئی ہیں)

آدم علیہ السلام کی توہین	(روحانی خزائن جلد۱۶، صفحہ۳۱۲)
یوسف علیہ السلام سے افضل	(روحانی خزائن جلد۲۱، صفحہ۹۹)
ابراہیم علیہ السلام ہونے کا دعویٰ	(روحانی خزائن جلد۱۷، صفحہ۴۲۰)
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین	(روحانی خزائن جلد۹، صفحہ۳۵۳)
حضرت نوح علیہ السلام کی توہین	(روحانی خزائن جلد۲۲، صفحہ۵۷۵)
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین	(روحانی خزائی جلد۲۲، صفحہ۱۵۲)
تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر بہتان	(روحانی خزائی جلد۱۷، صفحہ۴۴۲)

نوٹ: مرزا نے روحانی خزائن جلد۱۱، صفحہ ۲۸۹، ۲۹۰، اور جلد صفحہ ۱۹، صفحہ ۱۷، ۴۳۴، ۴۳۵، جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۳ پر بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے۔

۵۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام معصوم ہیں، مرزا قادیانی نہ صرف کہ انبیاء کرام کو معصوم نہیں مانتا بلکہ اس پر نازیبا کاموں کے جو الزام لگائے گئے وہ سب گزشتہ انبیاء کرام کی طرف منسوب کردیے۔ملاحظہ فرمائیں: روحانی خزائن جلد۱۹، صفحہ۱۱۲، روحانی خزائن جلد۲۲، صفحہ ۵۶۵، ۵۷۵۔

۶۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے نبی اور رسول ہیں۔آپ بغیر باپ کے محض اللہ کی قدرت سے پیدا ہوئے۔آپ نے اللہ کے حکم سے بیماروں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرندے بنا کر ہوا میں اڑانا، بیمار کو صحت یاب کرانا، مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ معجزات دکھائے۔یہود نے آپ کو سولی دینے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے اللہ تعالیٰ نے یہود کے شر سے آپ کو بچا کر ملائکہ کے ذریعہ آسمانوں پر اٹھالیا قرب قیامت میں آپ زمین پر نازل ہوں گے، دجال اور یاجوج ماجوج کا خاتمہ کریں گے۔کچھ عرصہ بعد آپ علیہ السلام کا انتقال ہوگا اور روضۂ پاک میں جہاں چوتھی قبر کی جگہ خالی ہے دفن کیے جائیں گے۔ان عقائد کے برعکس مرزا قادیانی نے لکھا:

حضرت عیسیٰ کے باپ کا نام یوسف تھا۔ (روحانی خزائن جلد۳،صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵)
حضرت عیسیٰ کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۹،صفحہ ۱۸)
حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (روحانی خزائن جلد ۱۱،صفحہ ۲۹۰)
پرندوں کا پرواز کرنا قرآن سے ثابت نہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۳،صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷)
عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور سری نگر مقبوضہ کشمیر میں ان کی قبر ہے۔(روحانی خزائن جلد ۱۴،صفحہ ۴۳۳)

۷۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام پاک دامن تھیں، بہت نیک عورت تھیں قرآن مجید نے صدیقہ کہہ کر ان کی پاک دامنی بیان کی ہے۔وہ محض قدرت الٰہیہ سے حاملہ ہوئی تھیں۔کسی مرد نے انہیں ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔
مرزا قادیانی کہتا ہے کہ حضرت مریم نے (معاذ اللہ) بوجہ حمل نکاح کیا۔(روحانی خزائن جلد ۱۹،صفحہ ۱۷، ۱۸)
ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔(روحانی خزائن جلد ۲۰،صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶)

۸۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر مرتبہ میں کوئی نہیں پہنچ سکتا جب کہ مرزا قادیانی نے لکھا: خدا نے میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔(روحانی خزائن جلد ۱۸،صفحہ ۲۰۷)
میں بعینہ محمد رسول اللہ ہوں ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔(روحانی خزائن جلد ۱۶،صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹)

۹۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب مخلوقات سے شان میں اعلیٰ ہیں۔کوئی انسان کوئی نبی آپ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ وہ افضل ہو۔مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ میرے زمانہ میں دین کی فتح حضور علیہ السلام کی فتح سے بڑھ کر ہے۔(روحانی خزائن جلد ۱۶،صفحہ ۲۸۸)
میرے زمانہ میں حضور علیہ السلام کی روحانیت مکمل طور پر ظاہر ہوئی۔(روحانی خزائن جلد ۱۶،صفحہ ۲۷۱، ۲۷۲)
حضور علیہ السلام کے زمانہ میں اسلام پہلی رات کا چاند اور میرے زمانہ میں چودھویں رات کا چاند ہے۔
(روحانی خزائن جلد ۱۶،صفحہ ۲۷۵، ۲۷۶)

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام رحمۃ للعٰلمین ہیں جب کہ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ یہ وحی مجھ پر نازل ہوئی ہے۔و ما ارسلناک الا رحمة اللعالمین. (تذکرہ ۶۳۴ طبع دوم)

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ سورۂ صف میں احمد نام کے ایک عظیم الشان رسول آنے کی جو بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اس کا مصداق حضور علیہ الصلاۃ والسلام ہیں۔مرزا قادیانی کہتا ہے کہ اس بشارت کا میں مصداق ہوں۔(روحانی خزائن جلد ۱۷،صفحہ ۴۲۱)

۱۰۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ السلام آخری نبی ہیں۔آپ کے بعد کوئی نیا نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو تشریف لانا ہے تو وہ نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ وہ امت محمدیہ کا ایک فرد اور قائد بن کر دین اسلام کو زندہ کریں گے۔اس کے برعکس مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت ورسالت کا کیا۔ملاحظہ فرمائیں:
(روحانی خزائن جلد ۱۷،صفحہ ۴۳۵۔جلد ۱۹،صفحہ ۱۱۳،جلد ۳،صفحہ ۲۰،جلد ۲۲،صفحہ ۴۱۱، ۵۰۳)

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام الگ الگ شخصیات ہیں لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے کہ ایک ہی شخصیت کے دونام ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ زمین کا کوئی حصہ عظمت اور شان میں حرمین شریفین کے برابر نہیں ہے جب کہ مرزا قادیانی کہتا ہے: زمین قادیاں اب محترم ہے۔ ہجوم خلق سے ارض حرم ہے۔ (درثمین صفحہ ۵۲، اردو کامل مطبوعہ انجمن احمدیہ) اشاعت اسلام لاہور۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لیے حرمین شریفین کی زیارت ضروری ہے۔ منیٰ مزدلفہ اور عرفات میں جانا ضروری ہے لیکن مرزا قادیانی کہتا ہے کہ قادیان آنے کا ثواب نفلی حج سے زیادہ ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۵، صفحہ ۳۵۲)

مسلمان کہتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ بیت المقدس (یروشلم) میں واقع ہے اور سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اسی مسجد کا ذکر ہے۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے۔ پس کچھ شک نہیں جو قرآن شریف میں قادیان ذکر ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۶، صفحہ ۱۲)

مسلمان کہتے ہیں کہ حرمین شریفین فیوض و برکات کا سرچشمہ ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود کہتا ہے خدا تعالیٰ کے جو فیوض اور برکات یہاں نازل ہوئے اور کسی جگہ نہیں۔ (انوار خلافت، صفحہ ۱۱۷)

نیز کہا کہ مکہ اور مدینہ کا چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔ (العیاذ باللہ) (حقیقت الرؤیا، صفحہ ۴۶، از مرزا بشیر الدین محمود)

مسلمان کہتے ہیں کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے نواسے حضرت علی رضی اللہ کے صاحبزادے اور صحابی رسول ہیں۔ کوئی غیر صحابی ان کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جب کہ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۲۳۳)

سو حسین رضی اللہ عنہ ہر وقت میرے گریبان میں ہیں۔ (روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ ۴۷۷)

مسلمان کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کرنے والا لعنتی ہے۔

مرزا قادیانی نے جی بھر کر صحابہ کی توہین کی ہے مثلاً:

حضرت ابو ہریرہؓ کی توہین (روحانی خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۴۱۰)

حضرت ابن مسعودؓ کی توہین (روحانی خزائن جلد ۳، صفحہ ۴۲۲)

مسلمان کہتے ہیں حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور شخص پر ایمان لانے سے صحابیت کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا لیکن مرزا قادیانی خود پر ایمان لانے والوں کو صحابی کہتا ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۶، صفحہ ۲۵۸، ۲۵۹)

میں خدا کی طرف سے حکم ہوں اور حکم شخص احادیث کو قبول یا رد کرسکتا ہے۔ (روحانی خزائن جدل ۱۷، صفحہ ۵۱، ۴۰۱)

مسلمان کہتے ہیں کہ وحی اور نبوت کا سلسلہ بند ہونا دین اسلام کا کمال اور خوبصورتی ہے۔ اس عقیدہ پر مرزا قادیانی سیخ پا ہوتے ہوئے لکھتا ہے:

ایسا دین لعنتی اور قابل نفرت ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۲۱، صفحہ ۳۰۶)

ایسا دین مردہ ہے۔ (مغلظات جلد دہم، صفحہ ۱۲۷)

یہ شیطانی مذہب ہے۔　　　　(روحانی خزائن جلد۲۱،صفحہ۳۵۴)

مسلمان کہتے ہیں کہ نجات کا دارومدار حضور علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لانے اور پیروی کرنے میں ہے مرزا قادیانی کہتا ہے کہ نجات مجھ پر ایمان لانے اور میری پیروی کرنے میں ہے۔(روحانی خزائن جدل ۱۷،صفحہ۴۲۱،۴۳۵)

خلاصۂ کلام:

مرزا بشیر الدین محمود نے کہا:

''حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں آپ نے فرمایا غلط ہے کہ دوسرے لوگوں (یعنی مسلمانوں) سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا اور چند مسائل میں ہے۔آپ نے فرمایا اللہ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرضیکہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔'' (روزنامہ الفضل قادیان، مؤرخہ ۳۰ رجولائی ۱۹۳۱ء)

کیا ان حقائق کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کا یہ کہنا درست ہوسکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کا ایک فرقہ ہیں؟ خود فیصلہ کرلیں۔

قادیانیوں کا پانچواں مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانی یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ نے انہیں غیر مسلم قرار دیا جب کہ اس پارلیمنٹ کے بہت سے ارکان بدعنوانی اور اخلاقی جرائم میں ملوث تھے نیز وہ عالم دین اور مفتی بھی نہ تھے، دنیا دار تھے، کیا ایسے لوگوں کی رائے معتبر ہوسکتی ہے۔اس مغالطہ کی حقیقت یہ ہے کہ:

(الف)　یہ کس نے کہا کہ پاکستانی قوم نے ارکان پارلیمنٹ سے فتویٰ طلب کیا تھا؟ ایسا کہنا بدترین دجل ہے۔امت مسلمہ کا فتویٰ اور مطالبہ تھا۔پارلیمنٹ نے جائزہ لے کر توثیق کی۔

(ب)　سب ارکان پارلیمنٹ اگرچہ عالم نہ تھے لیکن ان کی رہنمائی کے لیے پارلیمنٹ میں ہی نامور علما اور دانشور موجود تھے مثلاً مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک، مولانا غوث ہزارویؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا علی رضوی، مولانا ظفر احمد انصاریؒ، پروفیسر غفور احمد، مولانا صدر الشہید، مولانا نعمت اللہ، مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، ان حضرات کے علاوہ اٹارنی جنرل آف پاکستان یحیٰ بختیار مرحوم قادیانی رہنماؤں مرزا ناصر احمد اور مولوی صدرالدین پر تقریباً چودہ دن جرح کرتے رہے۔انہیں بحث مباحثہ کی کھلی آزادی دی گئی۔جب وہ اپنا مسلمان ہونا ثابت نہ کرسکے تو ارکان پارلیمنٹ نے قادیانیوں کے غیر مسلم ہونے کی توثیق کردی۔خلاصہ یہ کہ ارکان پارلیمنٹ نے کوئی فتویٰ نہیں دیا بلکہ قادیانی رہنماؤں کا اٹارنی جنرل آف پاکستان کے ساتھ مباحثہ دیکھا، جب قادیانی کفران پر آشکارا ہوا تو انہوں نے علما کے فتویٰ کو قانونی صورت دے کر مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ تسلیم کرلیا۔

مرزا طاہر نے ارکان پارلیمنٹ کی کردار کشی کرتے ہوئے نہایت مبالغہ اور مکاری سے کام لیتے ہوئے کہا کہ اس کردار کے لوگوں نے ہمیں غیر مسلم قرار دیا تھا۔حالانکہ

۱۔　قادیانیوں کو صرف پاکستانی پارلیمنٹ نے ہی غیر مسلم قرار نہیں دیا کہ ان کے کردار پر الزامات عائد کرکے دنیا کو دھوکہ دیا جائے۔انہیں بین الاقوامی حکومتوں، عدالتوں اور فورموں نے غیر مسلم قرار دیا۔مثلاً:

ماریشس سپریم عدالت　　۱۹ رنومبر ۱۹۲۷ء　　مفتی اعظم شام　　۱۵ را کتوبر ۱۹۵۷ء

رابطہ عالم اسلامی	اپریل ۱۹۷۴ء	حکومت گیمبیا	۱۹ر دسمبر ۱۹۹۷ء
جنوبی افریقہ	۱۹۸۲ء	ملائیشیا	نومبر ۱۹۸۲ء

قادیانیوں کو پاکستانی عدالتوں نے بھی غیر مسلم قرار دیا۔

محمد اکبر خان، جج بہاولپور	۱۹۳۵ء	سینئر سول جج، راولپنڈی	۲۵/ مارچ ۱۹۵۴ء
ڈسٹرکٹ جج، راولپنڈی	۳/ جون ۱۹۵۵ء	سول جج، جیمس آباد سندھ	۱۳/ جولائی ۱۹۷۰ء
ملک احمد خان کمشنر، بہاولپور	۱۹۷۲ء	سول جج، رحیم یار خان	۱۹۷۲ء
آزاد کشمیر اسمبلی	۲۸/ اپریل ۱۹۷۳ء	سرحد اسمبلی	۱۹/ جون ۱۹۷۴ء
قومی اسمبلی پاکستان	۷/ ستمبر ۱۹۷۴ء	فیصلہ لاہور ہائی کورٹ	۱۲/ نومبر ۱۹۷۶ء
سول جج، ڈسکہ	۱۱/ اکتوبر ۱۹۸۷ء	کوئٹہ ہائی کورٹ	۱۹۸۷ء
وفاقی شرعی عدالت	اگست ۱۹۸۴ء	لاہور ہائی کورٹ	ستمبر ۱۹۹۱ء
سپریم کورٹ آف پاکستان	۱۹۹۳ء		

ان جج صاحبان میں شاید ہی کوئی مولوی ہو۔

قادیانیوں کا چھٹا مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانی دنیا بھر میں یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ہم مظلوم ہیں۔ ہمیں پاکستان میں اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے، کتابیں چھاپنے اور عوامی جلسے کرنے سے روکا جاتا ہے جو کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے یہ قادیانی پروپیگنڈہ اتنے تواتر سے کیا جارہا کہ اس کے زیر اثر امریکہ و یورپ کی طرف سے حکومت پاکستان کڑی تنقید کا نشانہ بنی رہتی ہے۔

اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ قادیانیوں کا یہ کہنا کہ ہم مظلوم ہیں ''الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے'' کا مصداق ہے۔ اگر ایک شخص ایک نام کو اپنے لیے خاص کر لیتا ہے، ایک کمپنی بنا کر اسے رجسٹرڈ کرا لیتا ہے تو دنیا کا کوئی قانون اجازت نہیں دیتا کہ کوئی دوسرا شخص اسی نام سے کمپنی بنا کر کاروبار کرے۔ اگر کرے گا تو اس کے خلاف قانونی کارروائی ہوگی۔ امریکہ و یورپ کی خاصی روشن خیالی کے باوجود وہ اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتے کہ کوئی شخص خود امریکی صدر برطانیہ یا فرانس کا وزیر اعظم ظاہر کرے۔ ایسا کرنے والوں کے نزدیک گردن زنی کی جاتی ہے۔

بالکل یہی صورت حال مسلمانوں کو درپیش ہے کہ دین اسلام ایک زندہ مذہب ہے چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ مسلمان کسی شخص یا گروہ کو کیسے اجازت دے سکتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود اسلامی اصطلاحات اللہ تعالیٰ، نبی، رسول، بیت اللہ، مسجد اقصیٰ، قرآن مجید، وحی، الہام، صحابہؓ وغیرہ کا استعمال کریں اور مسلمانوں کی طرح طرز عبادت قائم کریں۔ اگر کوئی غیر مسلم گروہ ان اصطلاحات کو استعمال کرتا ہے تو حق تلفی مسلمانوں کی ہوتی ہے نہ کہ اس گروہ کی۔

بعینہٖ یہ معاملہ مسلم قادیانی کشمکش کا ہے کہ وہ تمام اسلامی اصطلاحات بے دھڑک استعمال کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ اور اس کے ماننے والوں کو صحابی اور نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ یوں وہ مسلم اصطلاحات استعمال کر کے مسلمان

امت کی دل آزاری اوران کی حق تلفی کرتے ہیں اور جب انہیں ایسا کرنے سے روکا جائے تو اپنی حق تلفی اور مظلومیت کا رونا روتے ہیں۔

کیا کسی یہودی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ عیسائی اصطلاحات استعمال کرے کیا کوئی عیسائی یہودی اصطلاحات استعمال کرسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اس بارے میں امریکہ و یورپ کی رواداری اور روشن خیالی کیا کہتی ہے؟ اگر یہودیت وعیسائیت کو اپنی اصطلاحات کے غلط استعمال سے روکنے کا حق حاصل ہے تو مسلم امہ کو کیوں نہیں؟

ایں گناہ ہیست کہ در شہر شما نیز کنند

مسلمان تو مظلوم ہیں کہ قادیانی ان کی مخصوص اصطلاحات کو سینہ زوری سے استعمال کرتے ہیں کسی طور پر باز نہیں آتے اور الٹا بدنام بھی انہیں کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں اور اقلیتیں بھی آباد ہیں یہودی، عیسائی، ہندو سکھ وغیرہ سب رہتے ہیں انہیں غیر مسلم ہونے پر فخر ہے۔ ان اقلیتوں نے کبھی بھی اسلامی اصطلاحات استعمال نہیں کیں۔ اپنے کسی مذہبی رہنما کو محمد رسول اللہ کا نام نہیں دیا۔ نتیجہ ان اقلیتوں کے ساتھ کوئی کشمکش اس نوعیت کی نہیں ہے جو کہ قادیانیوں کے ساتھ ہے۔ اگر قادیانی اپنے طریقۂ واردات بدل لیں۔ مرزا قادیانی کو محمد رسول اللہ کہنا اور لکھنا اس کی نبوت کو اسلام کہہ کر اس کی طرف لوگوں کو بلانا چھوڑ دیں تو سو فیصد یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی مسلمان ان کی طرف انگلی بھی نہ اٹھائے گا۔

قادیانیوں کا ساتواں مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانیوں کا ایک مغالطہ یہ بھی ہے کہ مولوی ہماری کتابوں کے حوالے سیاق وسباق کے بغیر دیتے ہیں اور ہماری طرف وہ عقائد منسوب کرتے ہیں جو کہ درحقیقت ہمارے نہیں ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قادیانیوں نے روحانی خزائن اور انوار العلوم کے نام کتابوں کے مجموعے چند سالوں سے شائع کرنے شروع کیے ہیں اس سے پہلے وہ مرزا قادیانی اور مرزا محمود کی کتابیں الگ الگ شائع کرتے تھے ہر کتاب الگ چھپتی تھی تو اس کے ہر ایڈیشن میں صفحات بدل جاتے تھے۔ اب جس عالم کے پاس جو کتاب ہوتی تھی وہ اس کا صفحہ بتاتا تھا۔

قادیانی کسی دوسرے ایڈیشن کا حوالہ مسلمانوں کو دکھاتے تھے کہ تمہارے فلاں عالم نے مثلاً حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۰، کا حوالہ دیا ہے اور اس کتاب میں یہ حوالہ نہیں ہے۔ عام مسلمانوں کو مرزائی کتب پر عبور کہاں کہ وہ ان کی دھوکہ دہی بھانپ سکیں نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ قادیانی جال میں پھنس کر قادیانی بن جاتے تھے۔ قادیانیوں نے جب سے روحانی خزائن کے نام سے قادیانی کی کتابیں ۲۳ جلدوں میں شائع کی ہیں علما کا کام بے حد آسان ہوگیا ہے۔ روحانی خزائن عام دستیاب ہے۔ ہمارے فاضل دوست محمد متین خالد نے ''ثبوت حاضر ہیں'' کے نام سے قادیانی عقائد کی عکسی شہادتیں شائع کردی ہیں۔ اگر مذکورہ قادیانی عقائد ان کی طرف غلط منسوب کیے گئے ہیں تو وہ جرات کریں اور جوابی کتاب لکھیں ''ثبوت حاضر نہیں ہیں'' اس میں متین خالد صاحب کی کتاب یا پروفیسر محمد الیاس برنی مرحوم کی شہرہ آفاق کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' کو بنیاد بنا کر جواب لکھ دیں کہ برنی صاحب نے فلاں کتاب کا حوالہ دیا ہے اور یہ اس کتاب کا عکس ہے اس میں حوالہ موجود نہیں

ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اس کا مطلب ہے کہ قادیانیوں کو اپنے جھوٹے ہونے کا سو فیصد یقین ہے اور وہ صرف ظاہر داری نبھا رہے ہیں اور دکانداری چمکا رہے ہیں۔ میں انہیں نصیحت کرتا ہوں۔ **فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ.**

قادیانیوں کا آٹھواں مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانی جب مسلمانوں کو دلائل کے ساتھ مرزا قادیانی کی نبوت پر قائل نہیں کر سکتے تو آخری حیلہ یہ کرتے ہیں کہ استخارہ کرلو کہ مرزا قادیانی نبی ہے یا نہیں۔ ہمارے دین سے ناواقف مسلمان بھائی واقعۃً استخارہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ چونکہ خوابوں پر شیطانی اثرات ایک طے شدہ حقیقت ہے اس لیے اگر خواب میں شیطانی آمیزش ہوگئی تو فوراً مرزائی بن جاتے ہیں ان بے چاروں کو علم نہیں ہوتا کہ طے شدہ دینی امور اور عقائد میں استخارہ کرنا جائز نہیں ہے۔ کیا کبھی کسی نے استخارہ کیا کہ

۱۔ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی موجود ہے یا دو؟

۲۔ بزرگ ملائکہ چار ہیں یا پانچ؟

۳۔ عذاب قبر برحق ہے یا نہیں؟

۴۔ قیامت قائم ہوگی یا نہیں؟ وغیرہ

۵۔ میں آدم کی اولاد ہوں کہ نہیں میں اپنے باپ کی اولاد ہوں کہ نہیں؟

جس طرح ان امور کے متعلق استخارہ کرنا جائز نہیں بلکہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے جو کچھ ثابت ہے ان سب امور پر ایمان لانا فرض ہے۔ اس طرح قادیانیوں کے کہنے پر یہ استخارہ کرنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں یا نہیں۔ مرزا قادیانی نبی ہے یا نہیں؟ گمراہی اور حماقت ہے۔

ثانیاً: استخارہ ہمیشہ ان کاموں کے متعلق ہوتا ہے جن کے دو پہلو ہوں۔ استخارہ کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کون سا پہلو بہتر ہے؟ اور جو بھی غیبی اشارہ ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کے نبی ہونے یا نہ ہونے کا استخارہ تو تب ہوسکتا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا معاذ اللہ مشکوک ہو۔ ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپ کے آخری نبی ہونے کا سو فیصد اعتقاد رکھتا ہے تو مرزا کے متعلق استخارہ کیسا؟

قادیانیوں کا نواں مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانی علما کرام کے متعلق پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان میں شیعہ سنی، بریلوی دیوبندی، مقلد غیر مقلد وغیرہ اختلافات موجود ہیں اور ہر ایک مسلک کے مفتی دوسرے مسلک والوں کو گمراہ اور کافر کہتا ہے۔ ہمیں بھی یہ لوگ کافر کہتے ہیں جو کہ اسی قبیلہ سے ہے، اس پروپیگنڈہ کا جواب یہ ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ بعض متعصب افراد ہر طبقہ کے اس کام میں مصروف رہتے ہیں لیکن ہر مسلک کا معتدل مزاج طبقہ ان پر حاوی ہے۔ اور مختلف قومی مسائل پر تمام مسالک کے علما ہمیشہ متحد رہے ہیں۔ مثلاً

۱۔ قراردادِ مقاصد

۲۔ علما کے تئیس نکات

۳۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعہ اسلامی قوانین کی تدوین

۴۔ قادیانیوں کا کفر

ان سب امور میں تمام مسالک کے علما تعصّبات وتحفظات بالائے طاق رکھتے ہوئے شریک رہے ہیں۔تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور متحدہ کونسل بھی اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔تحریکات ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ اور عقیدہ ختم نبوت پر مکمل اتفاق امور مشترکہ میں سے ہیں۔

ہمارے علما اور ماہرین قانون ملکی عدالتوں میں تفصیلی بحث کر کے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ قادیانیوں کو کافر کہنا، فرقہ وارانہ اختلافات کا نتیجہ نہیں بلکہ قادیانیوں کے کفر کی ٹھوس وجوہات ہیں۔اصل بات یہ ہے کہ علما کرام کا اتحاد قادیانیوں کو کانٹے کی طرح چبھتا ہے۔مرزا قادیانی بھی یہ اتحاد برداشت نہ کر سکا اور تمام علما ومشائخ کو گالیاں دے کر دل کے پھپھولے پھوڑتا رہا اس کے پوتے مرزا طاہر نے بھی اس مشن کو خاصا آگے بڑھایا۔چنانچہ قادیانی علما کرام کے خلاف زبانی اور عملی طور پر محاذ آرائی کرتے رہتے ہیں۔

قادیانیوں کا دسواں مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانیوں کا دسواں مغالطہ قولاً نہیں بلکہ عملاً ہے وہ یہ کہ اپنی میٹھی زبان سے مسلمانوں کو بڑا متاثر کرتے ہیں حتیٰ کہ بے شمار دیہاتی اور کچھ شہری مسلمان ان کے اخلاق کے بڑے گن گاتے ہیں۔

قادیانیوں کے حسن اخلاق کی حقیقت جاننے کے لیے چند امور پیش نظر رکھیں۔

۱۔ مرزا قادیانی بہت بڑا بدزبان تھا، اس کی بدزبانی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

(الف) ہمارے دشمن خنزیر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔(روحانی خزائن جلد ۱۴، صفحہ ۵۳)

(ب) مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو درج ذیل القاب دیے۔کمینہ، فاسق، شیطان ملعون، سفیہوں کا نطفہ، بدگو، خبیث، مفسد، منحوس خبیث، جھوٹ کو ملمع کر کے دکھانے والا۔(روحانی خزائن جلد ۲۲، صفحہ ۴۴۵، ۴۴۶)

(ج) مخالفین کے متعلق لکھا مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے ہرگز نہیں کیونکہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔(روحانی خزائن جلد ۱۱، صفحہ ۳۰۹)

(د) مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون اور مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو ہامان کا لقب دیا۔(روحانی خزائن جلد ۱۱، صفحہ ۳۴۱)

(ر) مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے متعلق لکھا اندھا شیطان، دیو گمراہ، بدبخت، ملعون۔(روحانی خزائن جلد ۱۱، صفحہ ۲۵۲)

ایسے شخص کو نبی ماننے والے کس طرح حسن اخلاق کے مالک ہو سکتے ہیں؟

۲۔ قادیانیوں کا اخلاق صرف دکھاوے کا اور مسلمانوں کو پھنسانے کے لیے ہوتا ہے اور جہاں مسلمانوں کے گمراہ

ہونے کی امید نہ ہو وہاں یہ اخلاق بھی غائب ہو جاتے ہیں۔ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اپنی تقریروں میں قادیانی اخلاق کی یہ مثال دیتے تھے کہ جس طرح قصائی جانور خریدتا ہے اس کو کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کرتا ہے اور آخر کار اس کے گلے پر چھری چلا دیتا ہے۔ اسی طرح قادیانی بھی اپنے حسن اخلاق سے مسلمانوں کو پھنساتے ہیں اور جب وہ پھنس جاتے ہیں تو اس کے ایمان پر چھری چلا دیتے ہیں۔ مرزائیوں کا مسلمانوں سے تعلقات قائم کرنا صرف اور صرف ان کو گمراہ کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جیسا کہ قادیانیوں کے چوتھے سربراہ نے لندن سے یہ حکم نامہ جاری کیا تھا کہ ''ہر احمدی کے لیے لازم ہے کہ وہ سال میں کم از کم ایک مسلمان کو احمدی بنائے'' چنانچہ قادیانی اپنے سربراہ کے حکم کی تعمیل کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔

قادیانیوں کا گیارھواں مغالطہ اور اس کا جواب:

قادیانیوں کے نماز، روزے سے ایک زبردست مغالطہ مسلمانوں میں پیدا ہوتا ہے، کہ ہماری طرح نماز روزہ کے پابند ہیں، اذانیں دیتے ہیں، مسجدیں بناتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں وہ کس طرح کافر ہو سکتے ہیں؟ یہ مغالطہ بھی دین اسلام کی تعلیمات سے بھی ناواقفی کا نتیجہ ہے۔

اگر ایمان و کفر کے متعلق ایک اصول ذہن میں رکھ لیا جائے تو اس مغالطہ سے دوچار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، وہ اصول یہ ہے کہ ایمان کے معتبر ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر حکم کو مانا جائے، اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے کسی کو ٹال مٹول کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

و ما کان لمو من ولا مومنة اذا قضی الله ورسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم و من یعص الله ورسول فقد ضل ضللا مبینا. اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوئی امر مقرر کریں تو وہ اس کے کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جوئی کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا۔ (الاحزاب ۳۶)

اس مضمون کو النساء ۲۵ اور ۱۱۵، میں بیان کیا گیا ہے غرضیکہ دین اسلام کے تمام احکام کو تسلیم کیے بغیر دعویٰ ایمان معتبر نہیں ہو سکتا لیکن کافر ہونے کے لیے تمام احکامات کا انکار کرنا ضروری نہیں اگر کوئی شخص تمام دینی احکام کا منکر ہے تو وہ بھی کافر ہے اگر کوئی شخص تمام احکام کا قائل ہے اور صرف ایک عقیدہ کا منکر ہے تو وہ بھی کافر ہے۔

تاریخی اعتبار سے جائزہ لیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بعض عرب قبائل صرف زکوۃ کے منکر تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو کافر گردانا اور لشکر کشی کر کے ان کا قلع قمع کیا۔ اس دور کے مدعیان نبوت تمام دینی احکام کے منکر نہ تھے۔ مرزائیوں کی طرح وہ نماز پڑھتے تھے، روزے رکھتے تھے، اذانیں دیتے تھے ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت

کے قائل تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی قرار نہ دیتے تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک خاصی تعداد ان مدعیان نبوت کے خاتمہ کے لیے قربان کردی اور دین اسلام کی حفاظت کی۔اس لیے مرزائیوں کی اذانوں اور عبادت سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان کے دام ہم رنگ زمین سے خود بچنے اور دوسروں کو بچانے کی ضرورت ہے۔مرزائی چونکہ ختم نبوت اور رفع نزول عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرنے والی تمام آیات اور متواتر حدیثوں کے منکر ہیں اس لیے ان کی عبادات ضائع ہیں۔ مرزائی شراب کو پانی سمجھ کر کفر کے لق ودق صحرا میں سفر کر رہے ہیں اس لیے وہ راہ راست اور ہدایت نہیں پا سکتے سوائے اس کے کہ وہ سچے دل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آ جائیں اور مرزائیت کو چھوڑ دیں۔

☆☆☆

اَلتَّاجِرُ الصُّدُوقُ الْاَمِین مَعَ النَّبِیِّینَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّهَدَاء (جامع ترمذی، ابواب البیوع)

سچے اور امانت دار تاجر کا حشر انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا (الحدیث)

فلک الیکٹرک سٹور

ہمارے ہاں سامان وائرنگ ہول سیل ریٹ پر دستیاب ہے

گری گنج بازار، بہاول پور　پروپرائیٹر　فلک شیر　0312-6831122

مدرسہ معمورہ میں درجہ مشکوٰۃ شریف کا اجراء

ان شاء اللہ آئندہ تعلیمی سال شوال ۱۴۳۲ھ مدرسہ معمورہ ملتان میں حدیث شریف کے اسباق شروع کیے جارہے ہیں اور درجہ مشکوٰۃ کا اجراء کیا جارہا ہے۔علما، طلبا اور احبابِ احرار سے درخواست ہے کہ کامیابی کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت عطا فرمادیں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور درود شریف کی صدائیں ہمارے مدرسہ میں مسلسل بلند ہوتی رہیں۔نیز رزّاق مطلق جل شانہٗ اپنے خزانۂ غیب سے مدارس دینیہ کی مدد فرمائیں۔(آمین)　ناظم مدرسہ معمورہ

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ھے

● کتاب: امیر عبدالقادر الجزائری　　　مصنف: جان ڈبلیو کائزر

صفحات: ۴۵۶　　　ناشر: دارالکتاب اردو بازار لاہور

تبصرہ: جاوید اختر بھٹی

عبدالقادر ۱۸۰۸ء (یا ۱۸۰۷ء) کو ''الجزائر کی قلمرو'' کے نام سے مشہور ترکی کے ساحلی شہر وہران کے ایک معروف علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام شیخ محی الدین تھا۔ پرہیزگاری اور دانش اور علم کے حوالے سے شیخ محی الدین کافی شہرت رکھتے تھے۔ محی الدین کی تین بیویاں تھیں۔ عبدالقادر کی والدہ زہرہ کا ان کی بیویوں میں دوسرا نمبر تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ سے حاصل کی۔ آٹھ سال کی عمر میں عبدالقادر کی والدہ نگہبانی سے مردوں کی دنیا میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ منتقلی ختنہ کی رسم کے ذریعے عمل میں آئی۔ تیرہ سال کی عمر تک عبدالقادر نے قرآن پاک اور احادیث مبارکہ کا مفسر بننے کی اہلیت حاصل کر لی تھی۔

محی الدین نے اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت اپنے مرشد حضرت عبدالقادر جیلانی کی روایت کے مطابق کی۔ عبدالقادر نسلاً ہاشمی نہیں تھے۔ خاندانی شجرے کے مطابق ان کا نسب خاندان ادریسی کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ ادریسی خاندان نے فیض شہر کی بنیاد رکھی اور مراکش پر حکومت کی تھی۔ جہاں عبدالقادر کے دادا رہتے تھے۔

امیر عبدالقادر نے الجزائر کے عوام کو بیدار کیا۔ اور فرانسیسی حملہ آوروں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا۔ انہوں نے ۱۸۳۲ء سے ۱۸۴۷ء تک سولہ سال فرانسیسی فوج کے خلاف جنگ لڑی اور فتح حاصل کی۔ الجزائر کے قبائل میں اتفاق قائم نہ رہا تو یہ قبائل ان سے الگ ہوتے گئے۔ اور امیر عبدالقادر تنہا رہ گئے۔ ۱۸۴۸ء میں انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور گرفتاری دے دی۔ انہیں مختلف قلعوں میں قید رکھا گیا۔ ۱۸۵۲ء میں لوئی نپولین کی طرف عبدالقادر کی رہائی کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۸۵۳ء میں انہوں نے برساء، ترکی میں قیام کیا۔ ۱۸۵۵ء میں انہوں نے دمشق میں مستقل سکونت اختیار کی۔ ۱۸۶۳ء میں مکہ، مدینہ اور اسکندریہ کا سفر کیا۔ ۱۸۶۹ء میں نہر سوئز کے افتتاح کے موقع پر معززین میں امیر عبدالقادر بھی موجود تھے۔ اور ۱۸۸۳ء میں انہوں نے وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۵ برس تھی۔

جان ڈبلیو کائزر، امیر عبدالقادر کی وفات کے بارے میں لکھتا ہے: ''عبدالقادر کی روح بھی اب اس سائنسدان کی مانند ہو گئی تھی۔ جو یونیفائیڈ فیلڈ تھیوری کو ثابت کرنے کی دھن میں تھا۔ عبدالقادر کا رہنما ابن عربی تھا۔ ۲۵ مئی ۱۸۸۳ء کو گردے فیل ہو جانے سے عبدالقادر کا انتقال ہو گیا۔ اس کی روح اپنی اصل سے جا ملی۔ وصیت کے مطابق امیر کو صالحہ کی پہاڑیوں میں ابن عربی کی مسجد میں اس کے رہنما کے پہلو میں دفن کیا گیا۔''

امیر عبدالقادر کی وفات کی پیشین گوئی تین ماہ پہلے ہی نیویارک ٹائمز میں شائع ہونے والی ایک تحریر میں کر دی گئی تھی۔

''اگر امیر کے بارے میں اس کے دشمنوں کا اندازہ درست ہے تو اس صدی کے سب سے باصلاحیت

حکمرانوں اور سب سے ذہین وفطین کپتانوں میں سے ایک، تمام تر ممکنہ اندازوں کے مطابق اب اپنے طوفانی کیریئر کے اختتام تک پہنچنے کو ہے۔عبدالقادر خطرناک حد تک بیمار ہے۔''

اس کتاب میں امیر عبدالقادر کی کردارکشی کے مناظر بھی نظر آتے ہیں۔

''جین ڈھلتی ہوئی عمر کے عبدالقادر کی بھی منظور نظر بن گئی تھی۔جس نے احتیاط سے خضاب لگی ہوئی سیاہ داڑھی کے ساتھ اپنی جوانی کا تاثر قائم کر رکھا تھا۔جین کی خوشی اور اپنے شوہر کی ثقافت کو خلوص سے اپنانے کا ثبوت ہر صاحبِ بصیرت کو نظر آتا تھا۔وہ عمر میں اپنے شوہر سے بڑی تھی اور زیادہ باعمل نہ سہی لیکن عیسائی تو تھی۔دوسری طرف اس کا شوہر راسخ العقیدہ مسلمان تھا لیکن اس کے بعد دونوں کو ایک دوسرے کے عقیدے کا احترام کرنے میں دشواری نہیں ہوتی تھی۔''

ایک اور بات بھی قابل توجہ ہے کہ

''امیر ہر سال نئی شادی کرتا تھا۔جو عموماً سرکیشیائی لڑکیاں ہوتی تھیں جن کی عمر پندرہ سال سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔''

امریکی مصنف یہ تاثر دینے میں کامیاب رہا ہے کہ عظیم جہادی امیر عبدالقادر الجزائری جو فرانسیسوں کا دشمن تھا۔ اس نے بالآخر ۱۸۵۲ء میں فرانس کی مقتدر قوتوں کے ساتھ دوستی کر لی تھی اور اسے آخری وقت تک قائم رکھا۔دوستی کا یہ زمانہ تیس برس سے کم کا نہیں ہے۔اگر دیکھا جائے تو عبیداللہ سندھی، امیر عبدالقادر سے کہیں زیادہ عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کی آسائش کے لیے انگریزوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کیا تھا۔راشدی صاحب کو امیر عبدالقادر اور مولانا عبیداللہ سندھی میں مماثلت نظر آتی ہے۔میرا خیال ہے کہ یہ مماثلت انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتی۔مولانا سندھی نہایت بلند کردار اور عزم کے انسان تھے۔انہوں نے زندگی کو اپنے لیے بسر نہیں کیا۔انہیں کامیابی ہوئی یا نہیں، یہ الگ بات ہے لیکن ان کے اخلاص پر شک نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا زاہد الراشدی نے اسے تاریخ کی کوئی اہم کتاب تصور کر لیا ہے جب کہ یہ ایک تاریخی ناول ہے اور اس کا اصل نام ہے COMMANDER FO THE FAITHFUL (A STORY FO THE JIHAD) JOHAN W.KISER

حالاں کہ منظر نگاری سے اندازہ ہونا چاہیے تھا کہ واقعات کو فکشن کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔لیکن مولانا نے اپنے پیش لفظ میں اس کتاب کے ناول ہونے کا کہیں ذکر نہیں کیا۔امریکی مصنف کی تحریر میں اس کا خبثِ باطن بھی واضح طور پر نظر آتا ہے۔جسے نظر انداز کر دیا گیا ہے۔یہ امریکی مصنف جان ڈبلیو کائزر کی مقبول کتاب ہے۔مسلم عیسائی تعلقات اس کا پسندیدہ موضوع ہے۔اور اس کا شمار امریکہ کے معروف مصنفین میں ہوتا ہے۔

مولانا راشدی صاحب نے تمام معلومات اس ناول سے حاصل کی ہیں۔اور انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ اس سے سے پہلے امیر عبدالقادر پر عربی، فارسی اور اردو میں کہاں کہاں کام ہوا یا نہیں ہوا۔اور وہ ہمیں یہ بھی نہیں بتاتے کہ اس ناول کا مترجم کون ہے؟

مولانا زاہد الراشدی صاحب ایک نامور محقق ہیں۔ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ جب کوئی کتاب ان کے ہاتھ سے گزر کر آئے تو اسے ادھورا نہیں ہونا چاہیے۔اس عظیم جہادی کی داستان کو، ان دنوں مولانا زاہد الراشدی کے پیش لفظ کے

ساتھ کیوں شائع کیا گیا۔ اہل علم حضرات کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ یاد رہے کہ امریکی صدر ابراہم لنکن نے امیر عبدالقادر کو دو پستول تحفے میں بھیجے تھے۔ ان کی تصویر اس کتاب کے صفحہ آخر میں موجود ہے۔ امیر عبدالقادر کی ایک تصویر صفحہ ۴۵۵ پر ہے۔ جس میں ان کے سینے مغربی تمغے سجے ہوئے ہیں اور وہ باقاعدہ انداز میں اپنی نشست پر موجود ہیں۔ (تبصرہ: جاوید اختر بھٹی)

● **ماہنامہ المدینہ کراچی ''قرآن کریم نمبر''　ضخامت: ۲۴۸　قیمت: ۳۰۰ روپے**

ملنے کا پتا: E-36، گراؤنڈ فلور، 21 کمرشل اسٹریٹ فیز 2، ایکسٹینشن ڈیفنس کراچی۔ 0300-2204255

محترم قاری حامد محمود قادری کی زیرادارت شائع ہونے والے ماہنامہ ''المدینہ'' کراچی فروری، مارچ ۲۰۱۱ء کی خصوصی اشاعت قرآنِ کریم نمبر زیر مطالعہ ہے۔ قرآنِ مجید کے مختلف موضوعات پر تینتیس علمی و تحقیقی مضامین کا عظیم الشان مجموعہ ہے۔ قرآنِ کریم کی تلاوت، تعلیم و تدریس اور تبلیغ و اشاعت ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآنِ کریم سیکھے اور سکھائے۔'' صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن پر عمل کر کے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کیا اور دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگئے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی اور پریشانی قرآن سے روگردانی کی سزا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جنھیں فسق و فجور کے اس دور میں علومِ قرآن کی ترویج و اشاعت کی توفیق حاصل ہے۔ ماہنامہ المدینہ کی خصوصی اشاعت قدیم و جدید علما و مفسرین کے معیاری مضامین اور مستند تحریروں کا خوبصورت انتخاب ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین) (تبصرہ: سید عطاء المنان بخاری)

● **ماہنامہ المدینہ کراچی ''رمضان المبارک نمبر''**

نیکیوں کے موسمِ بہار رمضان المبارک کے مقاصد، روزے کی حکمت، مسلم معاشرے پر رمضان کے اثرات و برکات، رمضان کے حوالے سے غزوۂ بدر، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت و کردار اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت، کردار اور صفاتِ عالیہ اور ایسے ہی ایمان افروز مضامین پر مشتمل یہ اشاعت ذہنوں کو جلا بخشتی ہے اور قلوب کو منور کرتی ہے۔ ۱۶۲ صفحات اور قیمت۔/۲۰۰ روپے ہے۔ درج بالا پتے سے مل سکتی ہے۔

(تبصرہ: سید عطاء المنان بخاری)

رمضان المبارک میں تحریک تحفظِ ختم نبوت اور مدارس سے تعاون کیجیے

● مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستان عائشہ کی ضروریات ● تعمیری اخراجات

● تحفظِ ختم نبوت کے لٹریچر کی اشاعت کے لیے

اپنی زکوٰۃ و صدقات، خیرات اور عطیات زیادہ سے زیادہ عنایت فرما کر ہماری دینی جدوجہد میں شامل ہوں۔

ملتان میں ہمارے سفیر: جناب عبدالحکیم 0302-7719883

مزید رابطہ نمبرز: 061-4511961,0300-6326621

منجانب: ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

ادارہ

اخبار الاحرار

لاہور (۱۲/اگست ۲۰۱۱ء) مجلس احرارِ اسلام پاکستان نے کہا ہے کہ اکابر احرار نے ۱۹۵۳ء کی تحریک اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کرنے کے لئے نہیں بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے چلائی تھی وزیر اعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی کے اپنے والد ''مخدوم سید علمدار گیلانی'' کے حوالے سے اخبارات میں شائع ہونے والے مضمون میں دی گئیں یادداشتوں کے حوالے سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے وضاحتی بیان میں کہا ہے کہ سید یوسف رضا گیلانی کا یہ کہنا کہ ''مجلس احرار نے اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کرنے کے لئے ان (دولتانہ) کی حمایت کرنی شروع کر دی۔ وفاق کو کمزور کرنے کی ضد میں وزیر اعلیٰ ممتاز دولتانہ در پردہ مجلس احرار کی حمایت کر رہے تھے۔ اسی دوران مجلس احرار نے قادیانی کافر کافر کا نعرہ لگا دیا ملک میں فسادات شروع ہو گئے۔ لاہور کی طرح کراچی اور کوئٹہ بھی لپیٹ میں آ گئے حالانکہ مسلم لیگ پنجاب پہلے ہی قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے لئے بھاری اکثریت سے قرارداد منظور کر چکی تھی''

عبداللطیف خالد چیمہ نے اس پر اپنے ردِ عمل میں کہا ہے کہ مجلس احرارِ اسلام نہ تو انگریز کے ٹوڈی ہونے کا کردار ادا کر رہی تھی اور نہ ہی وڈیروں اور سرمایہ پرستوں کی کاسہ لیسی کر کے جاگیریں حاصل کرنے والوں کی تائید کر رہی تھی جبکہ موجودہ حکمرانوں کا پس منظر ایسے دھبوں سے مُبرا نہیں ہے، خالد چیمہ نے کہا کہ سید یوسف رضا گیلانی کا یہ کہنا کہ ''مجلس احرار نے قادیانی کافر کافر کا نعرہ لگایا'' عجب بات ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور ملک وملت کی جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لئے لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے ایک پر امن تحریک ان کو ناگوار گزر رہی ہے لیکن حیرت ہے کہ اِس آئینی مطالبے کو ماننے کی بجائے دس ہزار فرزندانِ توحید کے سینے گولیوں سے چھلنی کرنے والے کردار ان کو ہرگز یاد نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس مقدس تحریک میں دولتانہ مجلس احرار کی کسی طرح بھی حمایت نہیں کر رہے تھے اور نہ ہی مجلس احرار ان کی حمایت کی محتاج تھی! مجلس احرارِ اسلام نے تو تمام مکاتب فکر کو ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے پلیٹ فارم پر یکجا کر کے فتنۂ ارتداد کے سامنے بند باندھا تھا ورنہ ملک آج قادیانی سٹیٹ ہوتا، انہوں نے کہا کہ سید یوسف رضا گیلانی فرماتے ہیں کہ ''مسلم لیگ پنجاب پہلے ہی قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے لئے بھاری اکثریت سے قرارداد منظور کر چکی تھی'' خالد چیمہ نے کہا تو پھر کون سی چیز آڑے تھی کہ کافر قرار نہ دیا گیا بلکہ تحریک پر ریاستی تشدد کی انتہا کر دی گئی، عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ لگتا ہے جیسے جناب سید یوسف رضا گیلانی تاریخ سے پوری واقفیت نہیں رکھتے یا پھر تجاہل عارفانہ سے کام لیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ نہ تو دولتانہ کی حمایت میں تھا اور نہ ہی مرکز کی مخالفت میں بلکہ یہ ایک ایسا مطالبہ تھا جو پوری ملت اسلامیہ کے عقیدے کی غمازی کرتا تھا اور جسے بعد ازاں خود پیپلز پارٹی کے بانی

جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دورِ اقتدار میں پارلیمنٹ کے فلور پر تسلیم کیا گیا انہوں نے کہا کہ جناب سید یوسف رضا گیلانی کی خدمت میں اتنی گزارش ہے کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی اس تقریر کی سماعت فرمالیں یا پڑھ لیں جو بھٹو مرحوم نے 7 ستمبر کو قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے والی قرارداد کی منظوری کے بعد پارلیمنٹ میں کی تھی۔ بھٹو مرحوم نے کہا تھا کہ اور ۱۹۵۳ء میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے وحشیانہ طور پر طاقت کا استعمال کیا گیا تھا جو اس مسئلہ کے حل کے لیے نہیں، بلکہ اس مسئلہ کو دبا دینے کے لئے تھا، کسی مسئلہ کو دبا دینے سے اس کا حل نہیں نکلتا“۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۱۸راگست) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے اخبارنویسوں سے ملاقات میں کہا ہے کہ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور تحفظِ ختم نبوت جیسے قوانین کو ختم کرانے کے لیے بعض افراد اور ادارے بین الاقوامی طاقتوں اور سیکولر قوتوں کے آلہ کار بن کر اپنا گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں ذرائع ابلاغ میں گھُسے ہوئے متعدد قادیانی اور لادین عناصر بین الاقوامی لابیوں کی طے شدہ پالیسی کے مطابق وطن عزیز کو عدم استحکام کی طرف لے جانے میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں ایسے میں الیکٹرانک میڈیا اور مختلف چینلز پر بیٹھ کر اسلام اور مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے متفق علیہ عقائد کو متنازعہ بنانے کے لئے بعض اینکرز اپنا حق الخدمت وصول بھی کر رہے ہیں اور ادا بھی کر رہے ہیں، حکمرانوں کی دین دشمنی اور قادیانیت نوازی بھی اہم فیکٹر ہے حالانکہ پیپلز پارٹی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے دورِ اقتدار میں ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو پارلیمنٹ میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور بھٹو مرحوم نے اڈیالہ جیل میں ایام اسیری کے دوران کہا تھا کہ ”قادیانی پاکستان میں وہی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے“ اِس کے برعکس موجودہ پیپلز پارٹی ہر دین دشمن تحریک اور قادیانیوں کو نواز رہی ہے، دینی جماعتوں بالخصوص تحریکِ ختم نبوت کی تمام جماعتوں، اداروں اور شخصیات کے لئے ناگزیر ہو گیا ہے کہ تعلیم وتربیت، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا اور لابنگ کے ذریعے تحفظِ ختم نبوت کے محاذ کے تقاضے پورے کریں انہوں نے کہا کہ میڈیا کا ہتھیار اختیار کئے بغیر ہم اپنے دشمن کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ انہوں نے کہا کہ تحفظِ ختم نبوت اور رَدِ قادیانیت کے محاذ پر کام کرنے والی شخصیات سیکولر انتہا پسندوں کو گوارا نہیں اِسی لئے بعض لابیاں میڈیا پر تحفظِ ختم بنوت جیسے قوانین کو اپنی تنقید کا نشانہ بنانے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتی ہیں۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اِمسال ۷ر ستمبر کو دنیا بھر میں ”یومِ تحفظ ختمِ نبوت“ پورے جوش وخروش کے ساتھ منایا جائے گا انہوں نے کہا کہ قادیانی کوئی فرقہ نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج ایک ایسا فتنہ پرور گروہ ہے جو اپنے کفر کو اسلام کے نام پر متعارف کروا کر اصل میں اِرتداد اور زَندقہ پھیلا رہا ہے۔

☆☆☆

اسلام آباد (۹ر اگست) ۲۷ سال قبل ساہیوال میں قادیانیوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے جامعہ رشیدیہ کے استاد اور مجلس احرارِ اسلام کے صدر قاری بشیر احمد حبیب اور اظہر رفیق کے مشہور مقدمۂ قتل کے سلسلہ میں سپریم کورٹ میں پیشی کے لئے مقدمہ کے مدعی عبداللطیف خالد چیمہ اسلام آباد پہنچے اور اپنے کونسل جناب چودھری علی محمد ایڈووکیٹ کے ہمراہ سپریم کورٹ میں موجود رہے بعد ازاں انہوں نے صحافی جناب مقبول احمد گوہر کی اُن کے دفتر میں عیادت کی اور مفتی محمد عمر فاروق سے ملاقات کے بعد محترم سیف اللہ خالد کی طرف افطاری میں شریک ہوئے حافظ محمد سلیم بھی اُن کے ہمراہ تھے۔

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆ والد مرحوم، صوفی محمد اقبال مہر پور مظفر گڑھ، انتقال: ۲۰ر اگست ۲۰۱۱ء مطابق ۱۹ر مضان ۱۴۳۲ھ

☆ والدہ مرحومہ، محمد معاویہ، کلروالی مظفر گڑھ یکم رمضان ۱۴۳۲ھ

☆ پروفیسر محمد حیات ملک صاحب ملتان، ۱۴ر اگست ۲۰۱۱ء، ۱۳ر رمضان ۱۴۳۲ھ

☆ دختر مرحومہ۔ ماسٹر محمد اقبال صاحب گڑھا موڑ، ضلع وہاڑی

احباب وقارئین سے تمام مرحومین کے لیے دعاءِ مغفرت وایصالِ ثواب کے اہتمام کی درخواست ہے۔ (آمین)

دعائے صحت

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن شیخ حسین اختر لدھیانوی عارضۂ قلب میں مبتلا ہیں

احباب اُن کی صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں۔

خطباتِ سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اب ایم پی تھری سی ڈیز میں

جانشین امیر شریعت، امام اہل سنت حضرت مولانا ابومعاویہ ابوذر بخاری نور اللہ مرقدہٗ کے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، عقیدۂ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت انبیاء کرام علیہم السلام، سیرتِ ازواج واصحابِ رسول علیہم الرضوان اور سیرتِ امیر المومنین، خال المسلمین، خلیفۂ راشد وعادل وبرحق سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، ائمہ، فقہا، علماء حق اور مشائخ کے ایمان افروز واقعات پر مشتمل علمی و تحقیقی 120 خطبات کی 11 آڈیو سی ڈیز تیار ہوگئی ہیں۔ مزید تقاریر کی سی ڈیز تیار کی جارہی ہیں۔

قیمت فی سی ڈی: -/60 روپے

قیمت مکمل سیٹ (11 سی ڈیز) -/660 روپے

صدائے احرار دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان 0300-8020384

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ

کے زیر اہتمام

24 ویں سالانہ

انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس

یک روزہ عظیم الشان

[redacted]

بمقام
جامعہ عثمانیہ ختم نبوت
مسلم کالونی چناب نگر

بتاریخ
7 ستمبر 2011
بروز بدھ

زیر سرپرستی
پیر طریقت فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا
عبدالحفیظ مکی
دامت برکاتہم

مجاہد ختم نبوت
مولانا قاری
شبیر احمد عثمانی

جس میں اندرون وبیرون ممالک سے نامور علماء کرام، مشائخ عظام، دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث مکاتب فکر کے سیاسی، مذہبی رہنما، صحافی، وکلاء اور دانشور حضرات خطاب فرمائیں گے

انشاء اللہ
پروگرام

پہلی نشست ــــــ صبح 10 بجے تا ظہر ــــ بعد نماز عصر ــــ وقفہ سوالات وجوابات

دوسری نشست ــــ بعد از ظہر تا عصر ــــ بعد نماز مغرب ــــ مجلس ذکر

تیسری نشست ــــ بعد نماز عشاء

برائے رابطہ 047-6212599,0321-7702382

منجانب: دفتر مرکزیہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ (پاکستان) جامعہ عثمانیہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر ضلع چنیوٹ

انجمن خدام القرآن (قرآن اکیڈمی) سندھ کراچی

کے تحت

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ

قرآن فہمی کورس پارٹ I اور II

میں سال 12-2011ء کے لئے داخلوں کا اعلان

جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین کے لئے علوم دینیہ کی تحصیل کا نادر موقع!

پارٹ I

- علم تجوید
- آسان عربی گرامر
- مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب
- ترجمہ قرآن حکیم
- سیرت النبی ﷺ
- دورۂ ترجمہ قرآن
- مطالعہ حدیث
- عقائد و عبادات
- اسپیشل لیکچرز
- کلام اقبال

پارٹ II

- علم تفسیر
- علم حدیث
- علم فقہ
- اصول تفسیر
- اصول حدیث
- اصول فقہ
- عقیدہ
- عربی زبان و ادب
- تحریکات
- اضافی محاضرات

← شہر کے باہر سے آنے والے طلبہ کے لئے محدود تعداد میں ہاسٹل اور میس کی سہولت موجود ہے۔

1. قرآن اکیڈمی ڈیفنس، مسجد جامع القرآن خیابان راحت فیز 6 درخشاں ڈیفنس، کراچی 021-35740022-23
2. قرآن اکیڈمی یاسین آباد، شارع قرآن اکیڈمی، بلاک 9 فیڈرل بی ایریا، کراچی 021-36806561
3. قرآن مرکز گلستان جوہر، مسجد باب القرآن، سالکین ہیرا، بلاک 14 کراچی 021-34255995

www.quranacademy.com

زیر سرپرستی

شیخ طریقت رہبر شریعت

صاحبزادہ پیر عبد الرحیم نقشبندی مجددی

مدظلہ العالی

سجادہ نشین

جاری فرمودہ

پیر غلام حبیب نقشبندی

عبد الرحمن قاسمی نقشبندی

اس مبارک موقع پر

فارغ التحصیل

طلباء کی

دستار بندی

ہوگی

خانقاہ حبیبیہ نقشبندیہ دار العلوم حنفیہ چکوال کا

60 واں

سالانہ عظیم الشان

روحانی تربیتی نقشبندی

اجتماع

مبارک

سہ روزہ

بدھ جمعرات جمعہ

7-6-5

اکتوبر

2011

تمام سالکین طریقت اس موقع سے فائدہ
اٹھائیں اور انفرادی اجتماعی طور پر اس روحانی
تربیتی اجتماع میں شمولیت فرما کر مستفیض
ہوں اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو، آمین

بعد نماز جمعہ

روز قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت حاصل کریں

الداعی الی الخیر

صاحبزادہ

عبد القدوس

نقشبندی

خدام خانقاہ حبیبیہ نقشبندیہ

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ بستانِ عائشہ

بانی
سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ
1989

کی تعمیر شروع ہے

چھ درس گاہیں، وضو خانہ اور طہارت خانے تعمیر ہو چکے ہیں۔ تین درس گاہوں کی تعمیر باقی ہے۔

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

مخیر حضرات

نقد رقوم، اینٹیں، سیمنٹ سریا بجری اور دیگر سامانِ تعمیر دے کر جامعہ کے ساتھ تعاون فرمائیں

- ★ طالبات کے بیٹھنے کے لیے فرنیچر اور کتابوں کی الماریوں کا کام جاری ہے
- ★ جامعہ میں وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق شعبہ حفظ و ناظرہ، ترجمۂ قرآن و تفسیر اور فقہ کی تعلیم جاری ہے

نوٹ

اپنے عطیات، زکوٰۃ و صدقات جامعہ کو عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ تاکہ جامعہ کا تعلیمی سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔ (جزاکم اللہ خیر)

تخمینہ	فی کمرہ لاگت
30,00,000	3,00,000
(تیس لاکھ روپے)	(تین لاکھ روپے)

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621

الداعی الی الخیر ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم جامعہ بستانِ عائشہ ملتان

روح افزا اور کیا چاہیے!
SHARBAT
ROOH AFZA
ہمدرد
Blitz DDB

CARE کئیر

PHARMACY فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

اقبال سٹیڈیم

بالمقابل سندباد

041-2605733

مدینہ ٹاؤن

سوساں روڈ

041-8543127

سلیمی چوک

اعوان پلازہ

041-8540064

گلستان کالونی

نزد عزیز فاطمہ ہسپتال

041-2004509

فیصل آباد میں
پانچ برانچز
الحمدللہ

جناح کالونی

گلبرگ روڈ

041-2642833

اصلی اور معیاری ادویات کی مکمل ورائٹی کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے کھلی ہیں

مستند کمپنیوں کی گارنٹیڈ ادویات کی مکمل رینج

سول یا الائیڈ ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں فیصل آباد کا سب سے بڑا میڈیکل سٹور اب آپ کے علاقہ میں آپ کی خدمت کے لیے

24 گھنٹے کھلا ہے

ادویات کو قبل از وقت خراب ہونے سے بچانے کے لیے طبی معیار کے عین مطابق ائیر کنڈیشنڈ اور محفوظ صحت بخش ماحول

بجلی کے شدید بحران میں 24 گھنٹے جنریٹر کی سہولت کے ساتھ صرف کیئر فارمیسی پر ممکن ہے

Head Office: 1-Saint Mary's Park, Gulberg III, Lahore